ماہنامہ انوارِ مدینہ

شمارہ : ۲	محرم الحرام ۱۴۲۷ھ ۔ فروری ۲۰۰۶ء	جلد : ۱۴

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مدیر	مدیر اعلیٰ

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات......سالانہ ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش................سالانہ ۱۲ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ.......................سالانہ ۱۴ ڈالر

امریکہ.......................................سالانہ ۱۶ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311

خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310

فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662

رہائش "بیت الحمد" : 092 - 42 - 7726702

موبائل : 092 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درس حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
مروان اور یزید ؟	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۲
مناقب صحابۂ کرامؓ واہل بیتؓ	حضرت سیّد انور حسین نفیس الحسینی صاحب	۱۹
حضرت فاطمہؓ کے مناقب	حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتیؒ	۲۴
محرم الحرام ......منکراتِ مروجہ	حضرت مولانا سید مفتی عبدالکریم صاحبؒ	۳۵
کربلا کے بعد	حضرت سیّد نفیسی الحسینی شاہ صاحب	۴۱
اولاد کی تعلیم وتربیت	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہریؒ	۴۲
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ		۴۶
نبوی لیل ونہار	حضرت مولانا سعد حسن صاحبؒ	۴۸
اِرشاداتِ نبوی متعلقہ خواتین	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۵۱
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۴
دینی مسائل		۵۷
تقریظ وتنقید		۶۱
اخبار الجامعہ		۶۴

آپ کی مدتِ خریداری ماہ ....ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ..............روپے جلد اِرسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

عالمی دہشت گرد امریکہ نے گزشتہ ماہ کی ۱۳؍تاریخ کو ایک بار پھر بربریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پاک افغان سرحد پر واقع باجوڑ ایجنسی کے ''ڈبڑولہ'' نامی گاؤں پر رات کے تین بجے ہوائی جہازوں کے ذریعے مزائیل داغے، جس سے معصوم بچوں اور عورتوں سمیت ۱۸؍افراد شہید ہوگئے اور دو افراد زخمی ہوگئے۔

بے قصور اور نہتوں کا قتل عام امریکیوں کی پرانی عادت ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اِس طرح وہ عالمی طور پر اپنا تسلط قائم رکھ سکیں گے اور کسی نہ کسی طرح دُنیا کے تمام وسائل پر قابض ہو کر ایک ایسی محکوم دُنیا وجود میں لے آئیں گے کہ جس کی تمام تر توانائیوں اور صلاحیتوں کے بلاشرکتِ غیر تنہاء وہ مالک ہوں گے حالانکہ ایسا نہ پہلے کبھی ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔

موجودہ دور کے اس فرعون کو سابقہ دور کے فرعونوں سے سبق لینا چاہیے۔ قرآن پاک میں فرعون کی بربادی اور زیر دستوں کی آبادی کا تذکرہ بہت واضح الفاظ میں موجود ہے۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَھْلَھَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْھُمْ یُذَبِّحُ
اَبْنَآءَ ھُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَآءَ ھُمْ ط اِنَّهٗ کَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ o وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی

الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَھُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَھُمُ الْوَارِثِیْنَ ۝ وَنُمَکِّنَ لَھُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَھَامٰنَ وَجُنُوْدَھُمَا مِنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَحْذَرُوْنَ ۝

(سُورة القصص رکوع ۱)

''فرعون بڑھ رہا تھا ملک میں اور وہاں کے لوگوں کو کئی فرقوں میں تقسیم کر رکھا تھا، اُن کے ایک فرقہ کو کمزور کر رکھا تھا۔ (اتنا ظالم تھا کہ) اُن کے لڑکوں کو ذبح کرتا تھا اور اُن کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ بیشک وہ تھا بڑا مفسد (دہشت گرد، تخریب کار) اور (اب) ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں اُن لوگوں پر جو کمزور ہوئے پڑے تھے (اس کے ہاتھوں) ملک میں اور بنادیں اُن کو ہم سردار اور بنادیں اُن کو ہم قائم مقام اور (مضبوطی سے) جمادیں اُن کو ملک میں اور دِکھلا دیں فرعون اور اُس کے وزیر ہامان کو اور اُن کے لشکروں کو اِن کے ہاتھوں وہی چیز کہ جس کا اُن کو خطرہ تھا''۔

اللہ تعالیٰ نے فرعونوں کے ساتھ اپنے رویہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے :

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْھِمْ اَبْوَابَ کُلِّ شَیْءٍ ط حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْآ اَخَذْنٰھُمْ بَغْتَةً فَاِذَا ھُمْ مُّبْلِسُوْنَ . (سُورة الانعام آیت ۴۴)

''پھر جب اُنہوں نے فراموش کردیا اُس نصیحت کو جو اُن کو کی گئی تھی، کھول دیے ہم نے اُن پر دروازے ہر (قسم کی نعمت اور) چیز کے یہاں تک کہ جب وہ خوش (مست) ہوئے اُن چیزوں پر جو اُن کو دی گئیں، پکڑ لیا ہم نے اُن کو اچانک پس اُس وقت وہ رہ گئے نا اُمید (مایوس)''۔

ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّھْلِكَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْھَا فَفَسَقُوْا فِیْھَا فَحَقَّ عَلَیْھَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰھَا تَدْمِیْرًا ۝ (سُورہ بنی اسرائیل آیت ۱۶)

''اور جب ہم نے چاہا کہ غارت کریں کسی بستی کو تو حکم بھیج دیا عیش کرنے والوں (بدمستوں) کو، پھر انہوں نے نافرمانی کی اُس (بستی) میں، تب ثابت ہوگئی اُن پر بات

پھر اُکھاڑا ہم نے اُن کو اُٹھا کر''۔

اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات ظالموں کو کسی حکمت کی بنا پر کچھ ڈھیل دیا کرتے ہیں مگر اُس ڈھیل کا غلط مطلب لے کر ظالم اپنے ظلم اور سرکشی میں بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس پر ایسا ناگہانی عذاب نازل ہوتا ہے کہ وہ سنبھلنے ہی نہیں پاتا۔ موجودہ فرعون امریکہ کی رسی بھی کچھ عرصہ کے لیے ڈھیلی ہے اور اب اُس کے کھینچنے کا وقت قریب ہی ہے۔

دُوسری طرف پاکستان کی طرف سے امریکہ کی اِس جنگی جارحیت کے خلاف دو ہفتے گزر جانے کے باوجود بھی تاحال کوئی مناسب ردِّعمل سامنے نہیں آیا جبکہ اِس موقع پر فوری اور شدید ردِّعمل کی ضرورت تھی، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جنگی جارحیت کا جواب جنگی کارروائی سے ہی دیا جاتا ورنہ کم از کم سفارتی تعلقات تو ضرور ہی توڑ لینے چاہیے تھے، مگر ہماری بدقسمتی کہ بزدل اور کم ہمت حکمران فی زمانہ مسلمانوں کی قیادت کر رہے ہیں جس کا مسلمانوں کو نقصان اور کافروں کو فائدہ ہو رہا ہے۔

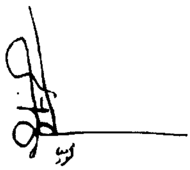

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (ادارہ)

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا — درسِ حدیث — عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلس ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

نبی علیہ السلام کے حسنِ اخلاق کا اثر ۔ نجات کے لیے ایمان ضروری ہے

متکبر حق بات تسلیم نہیں کرتا ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

کیسٹ نمبر ۴۸ سائیڈ بی (۱۹۸۵۔۷۔۵)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

صلح حدیبیہ کے موقع پر جو حضرات اُس میں شامل تھے وہ ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ تھے، اُن صحابہ کرامؓ کی جو فضیلت آئی ہے اُس کے بارے میں یہ گزرا ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ اُن میں سے کوئی آدمی آگ میں نہیں جائے گا جہنم میں نہیں جائے گا جس نے حدیبیہ اور بدر میں شرکت کی ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حدیبیہ کے دن چودہ سو آدمی تھے اور ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْتُمُ الْیَوْمَ خَیْرُ اَھْلِ الْاَرْضِ تم آج رُوئے زمین پر سب سے بہتر لوگ ہو۔ایک واقعہ بھی آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جو پہاڑی کا راستہ ہے '' مُرَار '' اِس پر جو لوگ چڑھیں گے تو اُن کے اُوپر سے اللہ تعالیٰ ایسے بوجھ ہٹا دیں گے جیسے رحمت کے زمانے میں بنی اسرائیل پر سے

ہٹائے تھے تو انصار کے دو قبیلے تھے اَوس اور خزرج یعنی مدینہ منورہ میں جو مسلمان ہوئے صحابہ کرامؓ اُن کے بڑے بڑے قبیلے یہ تھے۔ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جو سواریاں وہاں پہنچی ہیں اور جو چڑھے ہیں لوگ وہ بنوخزرج کے لوگ تھے خَیْلُ بَنِیْ خَزْرَجَ پھر لوگ چل پڑے ثُمَّ تَتَامَّ النَّاسُ سب ہی لوگ آ گئے مکمل طرح۔

سوائے ایک کے سب کی بخشش ہوگئی ہے :

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کُلُّکُمْ مَغْفُوْرٌ لَّہٗ تم سب کے سب ایسے ہو کہ جن کی بخشش کردی گئی اِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ سوائے ایک آدمی کے جو سرخ اُونٹ والا ہے وہ رہ گیا ہے باقی سب کی بخشش ہوگئی، تو فرماتے ہیں کہ ہم سمجھ گئے اور پہنچے اُس کے پاس، ملے اُس سے۔ اُس سے جا کر کہا کہ بھائی آؤ تم پیچھے کیوں رہ گئے یا اِس پہاڑی پر کیوں نہیں چڑھے؟ رسول اللہ ﷺ کے پاس آؤ اور اُن سے دُعا لو اور جو کوتاہی ہوئی ہے اُس کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی اور استغفار رسول اللہ ﷺ کردیں گے تمہارے لیے۔ تو رسول اللہ ﷺ کا یہ دُعا کردینا کہ اللہ تعالیٰ تو فلاں شخص کو معاف فرمادے اُس کی بخشش فرمادے، بہت بڑی سعادت ہے، بہت ہی بڑی بات تھی۔

منافق کا جواب :

لیکن وہ تو بڑا متکبر تھا، اُس نے کہا کہ لَاَنْ اَجِدَ ضَآلَّتِیْ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَّسْتَغْفِرَ لِیْ صَاحِبُکُمْ اگر میری کوئی بھی گمشدہ چیز مل جائے مُجھے تو وہ مجھے اچھی لگے گی بہ نسبت اِس کے کہ تمہارے صاحب جو ہیں میرے لیے استغفار کریں اور دُعا کریں۔ تو وہ تکبر میں اور جناب رسول اللہ ﷺ سے نفرت میں بہت آگے تھا، اتنا کہ اُن کے گمان میں بھی نہیں تھا، خیال میں بھی نہیں تھا اور یہ شخص تھا ''عبداللہ ابن اُبی'' یہ رئیس المنافقین تھا اور اِس کی جو نفرت تھی اُس کی وجہ حدیث شریف میں آتی ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ اُدھر تشریف لے گئے اور آپ کی سواری اُس وقت جو سوار تھے آپ، تو وہ گدھے پر سوار تھے اور گدھا جو ہے یہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی سواری رہا ہے۔

---

[۱] مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۵۷۸

گدھے کی سعادت :

یہ ٹھیک ہے کہ گدھا بیوقوفی میں مشہور شمار ہوتا ہے وہ ضرب المثل ہے اور ہر زبان میں ہے تقریباً، ہر علاقے کے لوگ یہی کہتے ہیں اِسے۔ لیکن اِس بیوقوف کو ایک بڑی سعادت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سواری رہا ہے، اِس واسطے اس گدھے کی سواری کا اگر کوئی مذاق اُڑاتا ہے تو منع کیا گیا ہے اِس سے۔ اور اگر وہ زیادہ بدتمیزی کے ساتھ مذاق اُڑائے تو کفر کا اندیشہ ہے۔ تو اِس بیوقوف کو اِدھر بیوقوفی ملی تو اُدھر یہ سعادت بھی خدا نے اِس کو عطا فرمائی کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سواری رہا ہے لہٰذا اِس کی سواری کا مذاق نہیں کیا جاسکتا۔ اور سندھ میں جو ہیں گدھے مثلاً کراچی وغیرہ میں اُن پر تو بوجھ بھی لادتے ہیں اور چلتے بھی ہیں دوڑتے بھی ہیں، اِدھر کے گدھے ایسے نہیں ہیں، مختلف جگہوں کی صفات بھی کچھ مختلف ہیں۔ تو جو دوڑتا ہے وہ تو اچھا خاصا سفر کا کام دے سکتا ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا بھی وہ گدھا ہی تھا جو مرا اور جسے اللہ نے زندہ فرما کر دکھلایا اور کئی نمونے اللہ نے ساتھ رکھ دیے، اُن کا جو کھانا تھا وہ خراب ہی نہیں ہوا جیسے ابھی پکا ہوا رکھا ہے حالانکہ سو سال کا عرصہ گزر گیا تھا اور گدھے کی بس ہڈیاں رہ گئیں تھیں باقی کچھ نہیں رہا، ہڈیوں کو دیکھیں کیسے اِن کو بڑھاتے ہیں، یہ نشانیاں اُن کو دکھائیں اور اِن کے اُوپر موت کی کیفیت رہی، وہ سوئے رہے۔ سوئے رہے جیسے، جیسے سونے میں وقت کا پتہ نہیں چلتا کہ کتنا وقت گزر گیا ایسے ہی انہیں بھی وقت کا پتا نہیں چلا کہ کتنا وقت گزر گیا۔

وقت اِس عالَم میں ہے اُس عالَم میں نہیں ہے :

اور وقت تو ایسی چیز ہے کہ وہ اِس دُنیا میں ہے اس عالم میں ہے وقت باقی اِس سے آگے جو دوسرے عالَم ہیں اُن میں تو وقت ہے ہی نہیں، پتا ہی نہیں چلتا وقت کا۔ یہ دن و رات کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں وقت، اور یہ مضمون قرآن پاک میں بھی ہے کہ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا اٰيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً اور ہم نے بنائے رات اور دن دو نمونے پھر مٹا دیا رات کا نمونہ اور بنایا دن کا نمونہ دیکھنے کو لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ تاکہ تم اللہ کا جو فضل تمہارے لیے رکھا گیا ہے اُسے تم حاصل کرسکو، اپنے اپنے مقاصد اپنے

اپنے کام کرسکو وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ اور یہ بھی جان سکو کہ سال کتنے گزرے ہیں مہینے کتنے گزرے ہیں، دن کتنے گزرے ہیں۔ تو حساب کی آخرت میں ضرورت ہی کوئی نہیں، وہاں کی حالت ہی بالکل مختلف ہے یہاں سے۔ تو وہاں کا زمانہ بھی بدل گیا قرآن پاک میں آتا ہے کہ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اللہ کے ہاں ایک دن جو ہے وہ ایسے ہے جیسے تمہارے یہاں ہزار سال جو تم گنتے ہو، تو انسانوں کو ایک ایسی جگہ بھیج دیا جہاں ہر چیز بغیر کیے نہیں ہوتی حالانکہ آیا وہاں سے ہے جہاں ہر چیز بغیر کیے ہوجاتی تھی صرف چاہت پر اِرادے پر ہوجاتی تھی۔ وہاں سے نکالا ہوا ہے۔

انسان کی چاہت :

تو جب سے پیدائش ہوئی ہے انسان کی اور جب تک رہے گا چاہت یہی رہے گی کہ میں اِدھر چاہوں اور اُدھر کام ہوجائے اتنی چیزیں ایجاد کرڈالیں، ٹیلی فون ایجاد کرلیا وائرلیس کرلیا اور کیا کیا۔ کِس لیے؟ اس لیے کہ اِدھر چاہوں اُدھر ہوجائے، ملنا چاہتا ہوں فوراً ملاقات ہوجائے، بات کرنی چاہتا ہوں فوراً بات ہوجائے۔ اور جنت کے بارے میں آتا ہے کہ وہاں وہ چیزیں ملیں گی اور اِرادہ کرے گا اور پوری ہوجائیں گی۔ ایک حدیث شریف میں آتی ہے تفصیل کہ وہ چاہے گا وہاں کہ بس جلدی سے یہ ہوجائے گیہوں وغیرہ تو فوراً زراعت بھی ہوجائے گی فوراً ہی وہ پیداوار بھی ہوجائے گی، فوراً ہی وہ کٹ بھی جائے گا، فوراً ہی گیہوں بھی بن جائے گا، پلک جھپکنے میں سارا کام ہوجائے گا، پیدا بھی ہوگیا، بڑھ بھی گیا، کٹ بھی گیا، تیار بھی ہوگیا۔ وہ اِس کی خواہش گویا پوری ہوگئی، وہاں دیر لگنا ہے ہی نہیں سرے سے، تو معلوم ہوا اصلی حالت تو وہ ہے، یہ جو ہم یہاں آئے ہیں یہ تو ایک جیل خانہ ہے ہر چیز بغیر کیے کبھی ہوگی ہی نہیں۔ کھانا پیٹ تک جائے گا ہی نہیں چاہے تیار ہوکر سامنے رکھا گیا ہو جب تک لقمہ نہیں توڑیں گے چبائیں گے نہیں نگلیں گے نہیں، جائے گا نہیں۔ تو اصل چیز یہ کہ چاہت اور اِرادہ پر کام ہوجائے وہ وہاں ہے یہاں نہیں۔ تو اُن کا زمانہ گزرنے کا پتا نہیں چلے گا۔ بہرحال وہ بات الگ ہے۔

دعوت و تبلیغ اور منافق کا متکبرانہ جواب :

یہاں یہ چیز تھی کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی سواری اُس وقت گدھا تھی اُس پر آپ تشریف لے گئے،

تو یہ عبداللہ ابن سلام کی مجلس تھی، عبداللہ ابن اُبی کی مجلس تھی، یہاں جاکر سلام کیا آپ نے، اُس میں مختلف قسم کے لوگ تھے، مختلف مذہبوں والے تھے اُس کی مجلس میں۔ آپ نے کچھ تبلیغی کلمات ارشاد فرمائے تو پہلے پہل تو اُس نے یہ جملہ کہا کہ جو آپ آئے ہیں سواری پر اِس سے جو غبار اُٹھا ہے مجھے بڑی تکلیف ہوئی ہے اِس سے، دوسرے اِس گدھے کی بدبو مجھے آرہی ہے۔ تو ایک صحابی نے کہا کہ تیرے سے تو اِس گدھے کی بدبو اچھی ہے۔ وہ پھر جھگڑا ہونے لگا، پھر رسول اللہ ﷺ وہاں سے تشریف لے آئے اور اُس نے کہا کہ آپ یہاں آکر باتیں نہ کیا کریں بلکہ جو آپ کے پاس جائے اُسے سنایا کیجیے وہ باتیں۔ اسلام کے بارے میں دعوت کو سننے سے بالکل انکار کردیا اور یہ سخت جملے بھی کَسے لَا تُغَبِّرُوْا عَلَیْنَا یہاں غبار نہ اُڑایا کرو آکر، دوسری بات یہ کہ اٰذَانِیْ نَتْنُ حِمَارٍ آپ کے گدھے کی جو بدبو ہے اُس نے مجھے تکلیف پہنچا رکھی ہے۔ جب ایسی باتیں کیں اُس نے اور جواب دیا گیا تو جھگڑا ہوگیا تو پھر یہ الگ الگ ہوگئے۔ تشریف لے آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہاں راستے میں ملے سعد ابن عبادہؓ جو انصار میں سے ایک بڑے سردار تھے، اُن سے آپ نے فرمایا دیکھو اِس طرح سے ہوا ہے تو انھوں نے کہا کہ جناب کی جو یہاں تشریف آوری ہوئی ہے مدینہ منورہ میں تو اِس سے پہلے ہم یہ سوچ رہے تھے کہ اِس شخص کو سردار بنالیں، اور اِس کے پگڑی باندھنے لگے تھے تاج پہنانے لگے تھے کہ یہ ہمارا سردار ہوگا اَنْ یُّتَوِّجُوْا مدینہ منورہ کی ساری بستی کا۔ لیکن جب جناب تشریف لے آئے تو اب یہ طاقت ایک اور پیدا ہوگئی جو اُسے تسلیم نہیں کررہی تھی تو اِس سے اُس کے گلے میں پھندا لگ گیا، گلے میں اُچھو لگنا شَرِقَ بِذٰلِکَ یہ کبھی کبھی اپنے ہی تھوک سے پڑجاتا ہے۔

اِس واسطہ اس کی باتوں کا کوئی خیال نہ فرمائیں، اِس کی تو بڑی زیادہ دل شکنی ہوئی ہوئی ہے مگر پھر بھی اس کے بیٹے مسلمان تھے اور پکے مسلمان تھے اور اسے ہدایت نہیں ہوئی اول سے آخر تک نہیں ہوئی تو حضرت جابرؓ صحابی ہیں، صحابی بات کرنی جانتے ہیں، تبلیغ کرنی جانتے ہیں، طریقہ آتا ہے جاکر اُسے سمجھا کر کہتے ہیں مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں مجھے اپنے لیے اُن کے استغفار کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ میری کوئی بھی گمشدہ چیز مجھے مل جائے اِس سے مجھے سکون زیادہ ہوگا بہ نسبت اِس کے کہ تمہارے جو یہ ہیں ساتھی یہ استغفار کریں میرے لیے، گویا وہ اپنے کفر پر جما رہا اور جلن اور حسد کی وجہ سے ہر وقت کاٹ کرنا یہ اُس کا زندگی بھر سلسلہ رہا، اِسی میں وہ مرگیا۔

نبی علیہ السلام کا حسن اخلاق اور اُس کا اثر :

اور جب مرا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنِ اخلاق ہی کا ثبوت دیا اور اِس کا اثر یہ ہوا کہ اُس دن سات سو آدمی مسلمان ہوئے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے میں پہنچے ہیں اُس کے لیے دُعا کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ منع کرتے رہے اور عرض کرتے رہے کہ اِس نے فلاں وقت یہ کہا فلاں وقت یہ کہا یہ وہی تو ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُعا بھی فرماتے رہے اور اپنی یہ قمیص مبارک بھی دی کہ یہ اُس کے بدن پر پہنا دی جائے سب کچھ ہوا۔

نجات کے لیے ایمان ضروری ہے :

لیکن آخرت میں کام آنے والی چیز جو ہے وہ تو اپنا ایمان ہے باقی کوئی چیز کام نہیں آتی وہاں۔ اب وہ قمیص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کی تھی وہ اِس کو پہنائی گئی ہے لیکن وہ کام نہیں آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی ہے وہ کام نہیں آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کے لیے استغفار کیا ہے وہ کام نہیں آیا بلکہ منع کر دیا گیا **لَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ** کسی کی نماز نہ پڑھائیں آپ ان میں سے جو مر جائے اور اُس کی قبر پر جا کر بھی کھڑے نہ ہوں۔ کیونکہ قبر پر جا کر کھڑے ہوں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سراسر رحمت ہیں اور وہاں اُسے عذاب ہو رہا ہے تو عذاب میں خلل پڑے گا تو وہاں جا کر بھی کھڑے نہ ہوں منع فرما دیا، کوئی چیز کام ہی نہیں آئی۔ ایمان کام آتا ہے، ایمان ہو تو بس ٹھیک ہے پھر بخشش ہوتی چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح راہ پر قائم رکھے۔ آمین، اختتامی دُعا........................

درسِ حدیث

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر شام 4:30 بمقام 537-A فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (اِدارہ)

سلسلہ نمبر ۲۰

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

مروان اور یزید ؟

۷۸۶

محترم و مکرم دام مجدکم !

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

ایک صاحب نے ایک چارٹ بنایا تھا جس میں مروان اور یزید کو خلفاء اور بارہ اماموں میں شمار کیا تھا۔ لَافَتٰی اِلَّا مُحَمَّدٌ کی جدت بھی کی تھی اور بھی کچھ سوالات تھے۔ ان کے جواب میں یہ خط لکھا گیا ہے : .... حامد میاں

۷۸۶

محترم و مکرم .... السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا خط موصول ہوا۔ خوشی ہوئی کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے وہ آپ پوچھ لیتے ہیں۔ آپ کے خط میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی کے ساتھ امام کا لفظ ہے، حضرت امام صدیق آپ نے لکھا ہے۔ چاہے امام کا لفظ شیعوں کے جواب کے لیے کتنا بھی بڑا کیوں نہ ہو مگر طبیعت کو کچھ اچھا نہیں لگا۔ وہ خلیفۂ رسول اللہ ﷺ تھے اور اِس سے بڑا مقام اس اُمت میں کوئی نہیں۔ میرے خیال میں اگر آپ امام کا لفظ لکھنا چاہیں تو ''خلیفۃ رسول اللہ ﷺ امام الامۃ ابوبکر الصدیق'' لکھا کریں۔

(۲) '' لَافَتٰی اِلَّا مُحَمَّدٌ '' کچھ بھلا نہیں لگتا۔ رسول اللہ ﷺ کا مقام اِس سے بہت بلند ہے کہ آپ کے لیے فتی کا لفظ استعمال کیا جائے۔ اس کا مفہوم ایسا ہے جیسے جوان یا جوان پٹھا، کسی نوجوان کو داد دینے کے لیے کہا جائے۔ میں نے لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُ والْفَقَارِ کی روایت نہیں دیکھی۔ اگر آپ سے دیو بندی علماء اور اہلِ حدیث نے کہا ہے کہ یہ روایت ہے، تو ٹھیک ہی کہا ہوگا۔ اسے آپ اسی طرح رہنے دیں، اس میں تصرف نہ کریں۔

(۳) مروان تو صحابی نہیں ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے :

قَالَ الْبُخَارِیُّ لَمْ یَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

''امام بخاری ؒ نے فرمایا ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا''۔

اسی کتاب میں دو سطروں کے بعد لکھا ہے کہ مروان نے ایک گفتگو میں کہا :

لَیْسَ ابْنُ عُمَرَ بِاَخْیَرَ مِنِّیْ وَلٰکِنَّہٗ اَسَنُّ مِنِّیْ وَکَانَتْ لَہٗ صُحْبَۃٌ . (تھذیب التھذیب ص ۹۲ ج ۱۰)

''حضرت ابن عمر ؓ مجھ سے بہتر نہیں ہیں لیکن وہ مجھ سے عمر میں زیادہ بڑے ہیں اور انہیں رسول اللہ ﷺ کی صحبت ملی ہے''۔

اسی میں لکھا ہے کہ :

وَعَابَ الْاَسْمٰعِیْلِیُّ عَلَی الْبُخَارِیِّ تَخْرِیْجَ حَدِیْثِہٖ .

''اسمٰعیلی نے امام بخاری ؒ پر اِن کی روایت نقل کرنے کو معیوب قرار دیا ہے''۔

اسی صفحہ پر لکھا ہے :

وَعُدَّ مِنْ مُّوْبِقَاتِہٖ اَنَّہٗ رَمٰی طَلْحَۃَ اَحَدَ الْعَشَرَۃِ یَوْمَ الْجَمَلِ وَھُمَا جَمِیْعًا مَعَ عَائِشَۃَ فَقَتَلَ .

''اُن کے مہلک اعمال میں یہ بات شمار کی گئی ہے کہ اُنہوں نے حضرت طلحہ ؓ کو جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جمل کے دِن تیر مارا اور وہ دونوں حضرت عائشہ ؓ کے ساتھ تھے تو اِن کو شہید کر دیا''۔

اِس واقعہ کو ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح لکھا ہے کہ لوگوں میں یہ چرچا تھا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اُن لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا تھا اور اِن پر دباؤ ڈالا تھا اس لیے مروان نے موقع پا کر اِنہیں شہید کیا۔

وہ لکھتے ہیں :

وَلَا يَخْتَلِفُ الْعُلَمَاءُ الثِّقَاتُ فِيْ اَنَّ مَرْوَانَ قَتَلَ طَلْحَةَ يَوْمَئِذٍ وَكَانَ فِيْ حِزْبِهٖ.

'' معتبر علماء کا اِس بات میں اِختلاف ہی نہیں ہے کہ مَروان نے حضرت طلحہؓ کو اُس دن شہید کیا اور وہ اُسی جماعت (لشکر) میں تھے''۔

اِس سے اگلے صفحہ پر اِس کے قاتل ہونے کی سندیں ذکر کی ہیں۔ یہ سندیں امام بخاریؒ کی صحیح بخاری کی سندیں ہیں یا اِن کی شروط پر ہیں، مثلاً

(۱) اِبْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِیْ خَالِدٍ قَالَ نَا قَيْسٌ.

(۲) وَكِيْعٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ .

(۳) حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ .

اس میں ہے فَاَقَرَّ مَرْوَانُ اَنَّهٗ رَمَاهُ کہ مروان نے اِقرار کیا کہ اُس نے ہی اِن کے تیر مارا ہے۔ اُنہوں نے یہ روایت بھی دی ہے کہ اُس نے ابان بن عثمانؓ سے کہا کہ میں تمہارے والد کے بعض قاتلوں کے لیے تو کافی ہوگیا ہوں۔ اور یہ روایت بھی دی ہے کہ میں آج کے بعد اپنے خون کا بدلہ نہ لوں گا۔ (استیعاب حرف الطاء ج ۱ ص ۲۰۷ و ۲۰۸)

اِس کے قاتل ہونے کی صحیح روایتیں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ''اِصابہ'' میں دی ہیں۔ (ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ مصر ۱۹۳۹ء)

مروان کے صحابی نہ ہونے کی وجہ اور ان کے والد کا حال اگر کسی کے پاس اُسْدُ الْغَابَةِ مل جائے تو اِس میں حرف حاء میں ''حکم بن ابی العاص'' نکلوا کر دیکھ لیں، دوسری جلد میں ص ۳۳ پر شروع ہوا ہے، کوئی ڈیڑھ صفحہ ہوگا۔

یہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے پھر مدینہ شریف آئے یا مکہ مکرمہ ہی میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی تاک جھانک کرتے تھے اور چال کی نقل اُتارتے تھے۔ ایک دن رسول کریم ﷺ نے خود دیکھا تو انہیں مدینہ شریف سے چلے جانے کا حکم دیا، یہ طائف چلے گئے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں اُنہوں نے مدینہ شریف آنا چاہا لیکن انہوں نے اجازت نہیں دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو آپ نے انہیں آنے کی اجازت دیدی۔ جب اِن سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اِن کی سفارش کی تھی تو آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میں انہیں بلالوں گا........ یہ اُس کا خلاصہ ہے، **واللہ اعلم** بہر حال وہ (حکم بن ابی العاص) صحابی ہیں، ممکن ہے اسلام قبول کرنے کے بعد ابتداء میں ایسی لغزش ہوئی ہو۔

حافظ ابن حجرؒ نے بخاری شریف کی شرح کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ حضرت طلحہ ؓ کو شہید کرنے میں تو انہوں نے تاویل کی تھی (یعنی اِن کے دماغ میں یہ تھا کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرانے والوں میں ہیں) انہوں نے لکھا ہے کہ اِن سے اُس زمانہ تک کی روایتیں لی گئی ہیں جب تک کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مقابلہ اور اُن کی مخالفت نہ کی تھی۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۴۱۲ حصہ دوم)

بس یہ حقیقت حال ہے اور بہت سی کتابوں میں بھی یہ مضمون میں نے دیکھا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ وہ صحابی نہیں ہیں اِن سے سخت قسم کی غلطی ہوئی ہے کہ حضرت طلحہ ؓ کو بے تحقیق شہید کیا۔ یہ اِن پر سخت قسم کا اعتراض ہے اور حدیثیں اِن سے ایک خاص زمانہ تک کی لی گئی ہیں اور ایسی حدیث کوئی نہیں ہے جس کی دیگر محدثین کی روایتوں سے تصدیق نہ ہوتی ہو۔

دوسرے یہ کہ ایک آدمی نے جو جرم کیا ہو اُسی کا الزام لگایا جائے گا جو جرم نہ کیا ہو یعنی ''**کِذْبٌ فِی الْحَدِیْثِ**'' اِس کا الزام اُن پر کیوں لگایا جائے یہ گناہ انہوں نے نہیں کیا اگر ایسا کرتے تو سخت بدنامی ہوتی۔ یہ اُن کے لیے کم از کم سیاسۃً بھی مضر ہوتی۔

اِس لیے میرے خیال میں اِن سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا درجہ بہت بڑا ہے۔

(۴) ابن تیمیہ ؒ کا یزید کے موضوع پر ایک مستقل رسالہ ہے۔ اس کا نام ہے ''**سوال فی یزید**'' اس میں لکھتے ہیں :

ثُمَّ افْتَرَقُوْا ثَلَاثَ فِرَقٍ فِرْقَۃٌ لَعَنَتْہُ وَفِرْقَۃٌ اَحَبَّتْہُ وَفِرْقَۃٌ لَا تَسُبُّہٗ وَلَا تُحِبُّہٗ وَھٰذَا

هُوَ الْمَنْصُوْصُ عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ وَعَلَيْهِ الْمُقْتَصِدُوْنَ مِنْ اَصْحَابِهٖ وَغَيْرِهِمْ مِّنْ جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ. قَالَ صَالِحُ ابْنُ اَحْمَدَ قُلْتُ لِاَبِيْ اِنَّ قَوْمًا يَقُوْلُوْنَ اِنَّهُمْ يُحِبُّوْنَ يَزِيْدَ فَقَالَ يَا بُنَيَّ وَهَلْ يُحِبُّ يَزِيْدَ اَحَدٌ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قُلْتُ يَا اَبَتِ فَلِمَاذَا لَا تَلْعَنُهٗ فَقَالَ يَا بُنَيَّ وَمَتٰى رَأَيْتَ اَبَاكَ يَلْعَنُ اَحَدًا.

''پھر اہل سنت کے تین فرقے ہوگئے۔ایک تو اُس پر لعنت کرتا ہے، دوسرا اُس سے محبت رکھتا ہے تیسرا نہ برا کہتا ہے نہ محبت رکھتا ہے۔اور یہی وہ قول ہے جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے صاف طرح منقول ہے اور اُن کے متبعین وغیرہم سارے ہی مسلمانوں میں سے میانہ روی اختیار کرنے والے اِسی کے قائل ہیں۔صالح ابن امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ یزید کو محبوب رکھتے ہیں۔انہوں نے فرمایا بیٹا کیا یزید سے کوئی بھی اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھنے والا محبت رکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ابا جان پھر آپ اُس پر لعنت کیوں نہیں بھیجتے؟ فرمانے لگے بیٹا تم نے اپنے باپ کو کسی پر بھی لعنت کرتے کب دیکھا ہے؟''

وَقَالَ مُهَنَّا سَأَلْتُ اَحْمَدَ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ فَقَالَ هُوَ الَّذِيْ فَعَلَ بِالْمَدِيْنَةِ مَا فَعَلَ قُلْتُ وَمَا فَعَلَ ؟ قَالَ قَتَلَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَعَلَ قُلْتُ وَمَا فَعَلَ قَالَ نَهَبَهَا قُلْتُ فَيُذْكَرُ عَنْهُ الْحَدِيْثُ قَالَ لَايُذْكَرُ عَنْهُ حَدِيْثٌ وَهٰكَذَا ذَكَرَ الْقَاضِيْ اَبُوْ يَعْلٰى وَغَيْرُهٗ...... (سوال فی یزید ص ۲۷)

''اور مُہنّا نے بیان کیا کہ میں نے امام احمدؒ سے یزید ابن معاویہؓ ابن ابی سفیانؓ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا وہ وہی ہے جس نے مدینہ منورہ میں کیا کیا کچھ کیا۔میں نے دریافت کیا کہ کیا کیا ہے؟ فرمایا کہ اُس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کو شہید کیا اور (بہت کچھ) کیا۔میں نے دریافت کیا کہ اور کیا کیا کیا ہے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ اُس نے مدینہ شریف کو لُوٹا ہے۔میں نے پوچھا کہ کیا اِس سے کسی حدیث کی روایت ہے؟ انہوں

نے فرمایا کہ اُس سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔ اور اِسی طرح قاضی ابویعلیٰ وغیرہ نے ذکر کیا ہے''۔

اِسی رسالہ میں ابن تیمیہؒ ص ۳۰ پر ایک حاکم سے اپنی گفتگو میں یہی جملہ نقل کرتے ہیں :

لَا نَسُبُّہٗ وَلَا نُحِبُّہٗ فَاِنَّہٗ لَمْ یَکُنْ رَجُلًا صَالِحًا فَنُحِبُّہٗ .

''نہ ہم اُسے برا کہتے ہیں اور نہ اُس سے محبت رکھتے ہیں کیونکہ وہ کوئی صالح شخص تو تھا نہیں کہ اُس سے محبت رکھیں''۔

پھر اِن سے پوچھا گیا :

اَمَا کَانَ ظَالِمًا ؟ اَمَا قَتَلَ الْحُسَیْنَ ؟ فَقُلْتُ لَہٗ نَحْنُ اِذَا ذُکِرَ الظَّالِمُوْنَ کَالْحَجَّاجِ ابْنِ یُوْسُفَ وَاَمْثَالِہٖ نَقُوْلُ کَمَا قَالَ اللّٰہُ فِی الْقُرْاٰنِ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ وَلَا نُحِبُّ اَنْ نَّلْعَنَ اَحَدًا بِعَیْنِہٖ وَقَدْ لَعَنَہٗ قَوْمٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ وَھٰذَا مَذْھَبٌ یَسُوْغُ فِیْہِ الْاِجْتِھَادُ لٰکِنْ ذَالِکَ الْقَوْلَ اَحَبُّ اِلَیْنَا وَاَحْسَنُ. وَاَمَّا مَنْ قَتَلَ الْحُسَیْنَ اَوْ اَعَانَ عَلٰی قَتْلِہٖ اَوْ رَضِیَ بِذَالِکَ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا. (سوال فی یزید ص ۳۰)

''کیا وہ ظالم نہ تھا؟ کیا اُس نے حضرت حسینؓ کو شہید نہیں کیا؟ میں نے (گورنر) سے کہا کہ ہم ظالموں کے ذکر کے وقت جیسے حجاج بن یوسف اور اُس جیسے اور لوگوں کا تذکرہ ہو تو وہی جملہ کہہ دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے **اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ.** اور ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ کسی کو معین کر کے (اُس کا نام لے کر) لعنت کریں۔ ہاں علماء کے ایک طبقہ نے اُس پر لعنت کی ہے اور اِس میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔ لیکن ہمیں یہی بات زیادہ پسند ہے اور ہمارے نزدیک اچھی ہے اور حضرت حسینؓ کو جس نے شہید کیا یا اُن کے شہید کرنے والوں کی مدد کی یا اُس پر مطمئن اور رضامند ہوا تو اُس پر خدا کی اُس کے فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ اُس سے اُس کے عذاب کا کوئی بدل قبول نہ کرے''۔

بہر حال آپ کی معلومات کے لیے جو لکھا گیا اتنا بھی کافی ہوسکتا ہے۔ جو آپ کی طلب تھی اُس کا جواب آگیا ہے کہ مروان کے واقعہ کی سند کیا ہے اور حوالہ کیا ہے اور یزید کے بارے میں ابن تیمیہؒ کے یہ جملے کہاں ہیں؟ اندازہ کریں یزید کا مقابلہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کیسے کیا جاسکتا ہے۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ انہیں ساتھ ساتھ لکھنا بھی غلط ہے۔

(۵) حدیث شریف میں بارہ اماموں کا ذکر آیا ہے مگر یہ نہیں آیا کہ مسلسل ہوں گے۔

(۶) آپ نے لکھا ہے ''بلوانے والے کوفی، شہید کرنے والے کوفی، ماتم کرنے والے کوفی، اتہام لگانے والے کوفی''۔

لیکن عبیداللہ بن زیاد تو کوفی نہ تھا، وہ یزید کا گورنر تھا۔ یزید نے اُسے گورنری سے معزول بھی نہیں کیا۔ اس لیے یزید کو بھی بُرا کہا جاتا ہے۔ پھر یزید نے مدینہ منورہ پر لشکرکشی کی اور پھر مکہ مکرمہ پر، اور وہاں گولہ باری بھی کی جس سے بیت اللہ کی بنیادیں کمزور ہوگئیں اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ تعمیر کیا۔

اتفاق کی بات ہے کہ میں نے ابومخنف کی روایتیں اب تک نہیں دیکھیں۔ میں نے جو کچھ لکھا تھا وہ حدیث شریف کی کتابوں سے لیا تھا۔

آپ سب سے پہلے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کا مطالعہ کریں، اُس میں اِس قسم کے سوالات اور جوابات ہیں۔ وہی صحیح مؤقف ہے۔ آج تک علماء دیوبند کا بھی وہی مؤقف ہے۔ باقی لمبی بحثوں سے انسان تشویش میں پڑجاتا ہے یا پھر خود پوری طرح مطالعہ کرسکے اور کتابیں اور علماء دونوں میسر ہوں تب بھرپور اور مکمل فائدہ ہوتا ہے۔

نوٹ : آج کل '' فضائل جہاد اور طریقۂ جہاد'' پر لکھنے کی ضرورت ہے اور یہ کہ اسلام نے غریب آدمی کے لیے کیا کیا مدد کی اور اُس کی رعایت کی کیا کیا سبیلیں رکھی ہیں۔ اِس طرف جلد توجہ کریں۔

والسلام

حامد میاں غفرلہٗ

۵؍مارچ ۱۹۸۰ء

مناقب صحابۂ کرام و اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم

﴿ حضرت سیّد انور حسین نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہم ﴾

ارشادِ باری تعالیٰ :

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ . (سُورة التوبه آيت ۱۰۰)

'' اور جو لوگ قدیم ہیں، پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو اُن کے پیچھے آئے نیکی سے، اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے، اور رکھے ہیں واسطے اُن کے باغ، نیچے بہتی نہریں، رہا کریں اُن میں ہمیشہ، یہی ہے بڑی مراد ملنی۔''

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : ''میرے کسی صحابی کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی بھی نہ کرو، کیونکہ اُن کا مرتبہ حق تعالیٰ کے یہاں اِس درجہ بلند ہے کہ اگر کوئی غیر صحابی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو میرے صحابی کے ایک سیر بھر بلکہ آدھ سیر جَو خیرات کرنے کے برابر بھی نہ ہوگا۔'' (رواہُ البخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

حضور ﷺ نے فرمایا : ''جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو، جو میرے صحابہ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہوں تو اُن سے یوں کہہ دو کہ تمہاری اِس بُری حرکت پر خدا کی لعنت ہو۔ (ترمذی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا : اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرو، میرے دُنیا سے چلے جانے کے بعد (یہ جملہ آپ ﷺ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا) اِس کے بعد فرمایا کہ میرے صحابہ کو لعن وطعن کا نشانہ مت بناؤ، یاد رکھو جو میرے صحابہ سے محبت کرے گا تو درحقیقت اُس کو میری محبت کی بناء پر اُن سے محبت ہوگی اور جو اُن سے بغض رکھے گا تو درحقیقت مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض ہوگا۔ جو میرے صحابہ کو اذیت دے گا اُس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی، اُس نے حق تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے حق تعالیٰ کو اذیت دی تو اُس پر عذابِ الٰہی نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔ (ترمذی عن عبداللہ بن مغفلؓ مرفوعاً)

مناقب سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ :

اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے علی (رضی اللہ عنہ) کی شان میں گستاخی کی تو گویا اُس نے میری شان میں گستاخی کی''۔ (رواہُ احمد)

حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے مقام غدیر خم پر پہنچے تو آپ نے حضرات صحابۂ کرامؓ کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑ کر یہ اِرشاد فرمایا کہ اے لوگو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں تمام مومنوں کے نزدیک اُن کی جانوں سے بھی عزیز تر ہوں۔ سب نے تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا بیشک ایسا ہی ہے۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم نہیں جانتے ہو کہ میں ہر مومن کو اُس کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوں۔ سب نے عرض کیا، بیشک ایسا ہی ہے۔ اِس کے بعد آپ نے فرمایا ''اے اللہ! میں جس کا مولیٰ بن جاؤں، علیؓ بھی اُس کے مولیٰ ہوں، اے اللہ! محبت کیجیے اُس شخص سے جو علیؓ سے محبت کرے اور دُشمن رکھیے اُس شخص کو جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔'' اس ارشاد کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو مبارکباد دی اور فرمایا، اے ابنِ ابی طالب مبارک ہو، اب تو آپ ہر مومن مرد و عورت کے مولیٰ بن گئے۔ (رواہُ احمد)

مناقب سیّدۃُ النساء فاطمۃ الزَّہراء رضی اللہ عنہا :

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ''فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس نے اُس کو مبغوض رکھا اُس نے مجھ کو مبغوض رکھا اور جس نے اُس کو ناخوش کیا اُس نے مجھ کو ناخوش کیا اور جس نے اُس کو اذیت پہنچائی اُس نے مجھ کو اذیت پہنچائی۔ (بخاری و مسلم)

حضور اقدس ﷺ نے حضرت حذیفہؓ سے ارشاد فرمایا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ : آج کی رات میں ایک مقدس فرشتہ زمین پر نازل ہوا جو اِس سے پہلے زمین پر نہیں آیا تھا اور حق تعالیٰ سے اجازت لے کر اِس مقصد سے نازل ہوا کہ مجھ کو سلام کرے اور یہ بشارت سنائے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی اور حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) نوجوانانِ جنت کے سردار ہوں گے۔ (رواہُ الترمذی)

حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے : وفات مبارک سے چند روز پہلے حضور اقدس

ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا ''اے فاطمہ تمہارے لیے بہت خوشی کا مقام ہے کہ تمہیں جنتی عورتوں کی سردار بنایا جائے گا''۔ (حاصل حدیث: رواہُ البخاری و مسلم)

مناقب سیّدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما :

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ : (حضرت) حسنؓ نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک سے نصف اعلیٰ میں سرتا بہ سینہ تک بہت مشابہ تھے اور (حضرت) حسینؓ سینہ کے بعد سے قدم مبارک تک نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر سے بہت ہی مشابہت رکھتے تھے۔ (ترمذی)

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ : حضور اقدس ﷺ کی گود میں حضرت حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) تھے اور آپ یہ دعا فرما رہے تھے : ''اے اللہ میں حسن اور حسین سے محبت کرتا ہوں۔ اے اللہ آپ بھی اِن دونوں کو اپنا محبوب بنالیجیے اور اُن لوگوں سے بھی محبت فرمائیے جو اِن سے سچی محبت کریں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور نبی کریم ﷺ ہمارے سامنے اِس طرح تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کاندھے پر حسن (رضی اللہ عنہ) اور دوسرے پر حسین (رضی اللہ عنہ) تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غایتِ شفقت سے کبھی ایک کو پیار کرتے اور کبھی دوسرے کو۔ اِس پر حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ! خدا کی قسم آپ کو تو اِن دونوں بچوں سے بہت محبت معلوم ہوتی ہے۔ اِس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''جو حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) سے محبت کرے گا اُس نے درحقیقت مجھ سے محبت کی اور جو اِن دونوں سے بغض رکھے گا وہ دراصل مجھ سے بغض رکھنے والا ہے''۔ (البدایۃ والنہایۃ ص۲۰۵ ج ۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو اہلِ بیت میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے تو اِس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے محبوب مجھ کو حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) ہیں اور بارہا آپ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا کرتے تھے : '' میرے پاس میرے دونوں بیٹوں حسن اور حسین کو بُلا دو تاکہ میں اُن کو محبت سے اپنے سینے سے لگاؤں اور پیار کروں۔'' (رواہُ الترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''ایک روز صبح کے وقت نبی کریم ﷺ تشریف لائے،

اِس شان سے کہ آپ ایک اُونی منقش کمبل اُوڑھے ہوئے تھے، اتنے میں حسن بن علی آگئے، آپ نے اِن کو اپنے کمبل میں داخل کرلیا۔ پھر حسینؓ بھی آگئے، آپ نے اِن کو بھی اپنے کمبل میں داخل کرلیا۔ پھر حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں تو آپ نے اِن کو بھی اپنے کمبل میں داخل کرلیا۔ ان کے بعد حضرت علیؓ تشریف لے آئے۔ آپ نے اِن کو بھی اسی کمبل میں لے لیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا. اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ اے پیغمبر کے گھر والو! تم سے (معصیت و نافرمانی کی) گندگی دُور رکھے اور تم کو (ظاہراً و باطناً، عقیدۃً وعملاً وخلقاً) بالکل پاک و صاف رکھے۔ (ترجمہ از تفسیر بیان القرآن)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ اپنی تفسیر بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں: ''غرض کہ لفظ اہل بیت کے دو مفہوم ہیں۔ ایک ازواج، دوسرے عترت۔ خصوصیتِ قرائن سے کسی مقام پر ایک مفہوم مراد ہوتا ہے، کہیں دوسرا، اور کہیں عام بھی ہوسکتا ہے۔'' (تفسیر بیان القرآن ج ۹ ص ۴۸)

حضرت زید بن اَرقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ مقام خُم کے قریب جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے، کھڑے ہوکر عام مسلمانوں کے سامنے خطبہ دیا۔ خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد مختلف نصیحتیں فرمائیں، اِس کے بعد ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں، عنقریب زمانہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے پاس میرے پروردگار کا پیامی آئے گا اور میں اُس کی دعوت پر لبیک کہوں گا تو میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ کر جاؤں گا۔ ان میں پہلی چیز کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ تم کتاب اللہ کو مضبوط پکڑلو اور اُس کی حفاظت کی پوری پوری کوشش کرو۔'' اس کے بعد آپ نے مختلف طریقے پر کتاب اللہ کی حفاظت اور اُس پر عمل کرنے کی رغبت دلائی اِس کے بعد ارشاد فرمایا: ''دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ تم خدا سے ڈرنا میرے اہل بیت کے معاملے میں۔ تم اللہ سے ڈرنا میرے اہل بیت کے معاملے میں۔'' (یہ جملہ آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا)۔ (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ جب ایک عراقی مُحرِم نے اِن سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ بحالتِ احرام مکھی کو مارنا جائز ہے یا نہیں؟ تو حضرت ابن عمرؓ نے ناخوش ہوکر اِرشاد فرمایا: ''اہل عراق مجھ سے بحالتِ احرام مکھی مارنے کے بارے میں مسئلہ پوچھ رہے ہیں، حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے رسول اللہ

ﷺ کے نواسے حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا اور یاد رکھو نبی کریم ﷺ حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں دُنیا میں میری ''خوشبوئیں ہیں''۔ (رواہُ البخاری)

حضرت اُم فضل (رضی اللہ عنہا) سے مروی ہے کہ ایک روز میں حسین (رضی اللہ عنہ) کو گود میں لیے ہوئے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور آپ کی گود میں اُن کو بٹھلا دیا۔ آپ اِن کو گود میں لیے ہوئے تھے کہ میں پھر کسی کام میں لگ گئی۔ اچانک جب میری نگاہ نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے ہیں۔ حیرت سے میں نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کی آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہو رہے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: میرے پاس ابھی جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تھے اور مجھ کو مطلع کیا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ میرے اُمتی میرے اِس پیارے بیٹے کو قتل کر دیں گے۔ اُم فضل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے دوبارہ تعجب سے معلوم کیا کہ کیا حسین (رضی اللہ عنہ) ہی کے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں حسین ہی کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا۔'' (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ پراگندا بال غبار آلود تھے۔ آپ کے دستِ مبارک میں ایک شیشی تھی جس میں خون تھا۔ پس میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ ﷺ کا یہ کیا حال ہے اور یہ شیشی کیسی ہے؟ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ حسین اور اُن کے یاروں کا خون ہے۔ میں صبح سے اب تک اِسے جمع کرتا رہا ہوں''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اُس وقت کو اچھی طرح سے یاد رکھا۔ پس میں نے پایا کہ حسین (رضی اللہ عنہ) ٹھیک اُسی وقت میں شہید کیے گئے۔ (مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ، رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ و رواہ احمد)

قسط : ۱

اَللَّطَائِفُ الْاَحْمَدِیَّہ فِی الْمَنَاقِبِ الْفَاطِمِیَّہ رض

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت علامہ سیّد احمد حسن سنبھلی چشتی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَسْتَعِیْنُہٗ وَاَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ یَّھْدِی اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَایَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًا. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاِخْوَانِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَسَلِّمْ عَلَیْھِمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ . اَمَّابَعْدُ !

کہتا ہے بندۂ مسکین عاجز سیّد احمد حسن کہ جب بندہ نے سیرۃ النبی علیہ صلوٰۃ الولی حالاتِ نبویہ میں لکھنا شروع کی اور منجملہ مضامین سیرت کے ایک مضمون حضرت سیّدۃُ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا کے حالات کا بھی لکھنا ضرور تھا پس اِس مضمون کو تفصیلاً لکھنا مناسب و بہتر معلوم ہوا اِس لیے کہ آپ تمام جہان کی عورتوں کی سردار اور حضرت باعث موجودات فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر گوشہ ہیں، آئندہ مضامین سے معلوم ہوگا کہ آپ کی محبت کس درجہ تقرب خدا اور رسول کا ذریعہ ہے، اگر تمام جان و مال آپ پر قربان کر دیا جائے تب بھی آپ کا حق محبت وحقِ فضیلت ادا نہیں ہوسکتا۔ غرض اِس تحریر سے یہ ہے کہ مخلوق کو خصوصاً عورتوں کو جو آپ کی محبت کا بڑا دم (جھوٹا) بھرتی ہیں آپ کے حالات معلوم کر کے ہدایت اور نصیحت ہو اور معلوم ہو کہ آپ کی رضا مندی جو عین اللہ کی رضا ہے کون سے اعمال سے نصیب ہوسکتی ہے نیز آپ کو جو یہ کمال یعنی سرداری تمام جہان کی عورتوں پر حاصل ہوئی ہے کن اعمال کی بدولت میسر ہوئی ہے؟ پس حق باطل سے جدا ہو جائے اور دوست اور دشمن کھل جائے

اور پھر اِس نفع رسانی اور محبت جگر گوشۂ رسول کے صلہ میں اِس ناکارہ کو رضائے حق اور دین کامل نصیب ہو۔ اور چونکہ اِس وقت تک بندہ کی نظر سے باوجود تلاش اس خاص مضمون کی کوئی مفصل اور مدلل و مرتب کتاب نہیں گذری اِس لیے ضروری سمجھا کہ یہ مضمون قلم بند کیا جاوے۔ واضح ہو کہ اِس کتاب میں مضامین معتبر درج کیے جاتے ہیں ہر قسم کے مضامین خشک وتر کا درج کرنا میرے و نیز تمام دینداروں اہل علم و تحقیق کی شان کے شایاں نہیں اور گناہ کا باعث ہے چنانچہ بندہ کی تصانیف دیکھنے والوں پر ظاہر ہے کہ کس قدر احتیاط نقل روایات اور اثبات مقاصد میں کی جاتی ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ اس کتاب میں دو باب ہیں۔ پہلے باب میں آپ کی اسماء مبارک اور وِلادت شریف اور نکاح اور وفات شریف کا بیان ہے۔ اور دوسرے باب میں احادیث اور قرآن مجید سے جو فضائل آپ کے ثابت ہیں وہ قلم بند کیے گئے ہیں اور علی الاطلاق آپ کا سردارِ زنانِ عالم ہونا ثابت کیا گیا ہے اور فضائل مذکورہ میں بعض مناقب خود آپ کے اعمال سے ثابت ہیں اور باقی فضائل قرآن و حدیث میں مخبرانِ صادق کی اطلاع سے حاصل ہوئے ہیں رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ .

پہلا باب : اسماء مکرمہ اور وِلادت شریف و نکاح اور وفات شریف کے بیان میں۔ اس باب میں کئی فصلیں ہیں :

پہلی فصل .... اسمائے شریفہ کے بیان میں :

اسم ذات (عَلَم) آپ کا " فَاطِمَۃؓ " ہے اور لقب شریف " زَھْرَاءُ " اور " بَتُوْلُ " ہے۔ اگرچہ اسم ذات میں مناسبت معنویہ شرط نہیں مگر بہتر ہے کذا قال السید السندؒ فی حاشیۃ الکشاف۔ منصب ِنبوت کے مناسب بھی یہی ہے کہ اِس مناسبت کا لحاظ رہے پس فقیر کے نزدیک یہ مناسبت معلوم ہوتی ہے کہ " فَاطِمَۃؓ " کے لغوی معنی ہیں " دو برس کے بعد بچہ کو دُودھ سے علیحدہ کرنے والی " تو اِس نام میں نیک فالی ہے اِس امر کی کہ آپ کے اولاد (دیندار) پیدا ہو گی (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور نیک فالی کو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے اور بدشگونی کو ناپسند) اور " بَتُوْلُ " اس وجہ سے لقب ہوا کہ بتل بفتح با بمعنی قطع ہے پس بتول بمعنی قطوع بفتح اول بصیغہ اسم فاعل ہوا جس کے معنی کاٹنے والی پس چونکہ آپ دُنیا کے علاقوں کو قطع کر چکی تھیں اِس لیے اِس مبارک نام سے مُشرف ہوئیں کذا فی غیاثِ اللُغات۔ اور " زَھْرَاءُ " اِس وجہ سے لقب مبارک ہوا کہ آنحضرت مقدسہ گورے رنگ کی تھیں، یہ لقب ماخوذ ہے زُہرہ بالضم سے جس کے معنی سفیدی اور حسن کے ہیں، کذا فی الغیاث۔

دوسری فصل .... وِلادت شریف اور نکاح کے بیان میں :

حضرت سیّدۃُ النساءؓ کی وِلادت شریف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے پانچ سال پہلے واقع ہوئی، ایسا ہی فرمایا ہے شیخ ابن الجوزی محدّث رحمۃ اللہ علیہ نے ۔اور امام ذہبی محدّث رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کی پیدائش قبل نبوت بیان کی ہے۔آپ جناب رسول اللہ ﷺ جیسے مقدس باپ کے سایہ میں اور حضرت خَدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی مہربان اور سمجھدار مادرِ مشفقہ کی گود میں بہنوں کے ہمراہ پرورش پاتی رہیں۔ اِن کو پانچواں سال شروع تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا وہ نور اللہ تعالیٰ نے چمکایا جس کا ذکر بیان کی حاجت نہیں رکھتا۔ جب حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی تو حضرت خیر النساءؓ کی عمر چودہ سال کے قریب تھی، اِس کے تین برس کے بعد بحکمِ الٰہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکۂ معظّمہ سے مدینۂ منورہ کو ہجرت فرمائی اور اس مقدّس شہر کو اپنے مبارک قدموں سے منور اور معزز فرمایا اور وہاں تشریف لے جا کر اطمینان سے ٹھہرنے کے بعد آپ نے اپنے تمام اہل وعیال کو مکہ سے مدینہ بُلا لیا جن میں حضرت خیر النساء فاطمہ زَہراءؓ بھی تھیں۔

حضرت خیر النساءؓ کے مبارک نکاح کا بیان :

اب چونکہ آپ کی عمر شادی کے مناسب ہوگئی تھی اِس لیے جناب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال تھا۔اول حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے حضرت رسول مقبول ﷺ سے اِس دولتِ بے بہا کی درخواست کی تھی آپ نے صغرِ سِنی (کم عمری) کا عذر فرما دیا تھا۔(رواہُ النسائی)

پھر حضرت علیؓ نے اپنے اہل وخواص کے اصرار سے (اصرار کی اِس لیے حاجت ہوئی کہ آپ کو اُمید نہ تھی کہ حضور ﷺ میرے رشتہ کو قبول فرماوینگے جبکہ حضرات شیخین کی درخواست منظور نہ فرمائی پس ترغیب اور لوگوں کے اُمید دِلانے سے اِس درخواست کی جرأت ہوئی ورنہ ایسی بے بہا نعمت کے لیے اصرار کی کیوں حاجت ہوتی) اور موافق بعض روایتوں کے حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ترغیب سے شرماتے ہوئے خود حاضر ہو کر زبانی عرض کیا آپ پر فوراً وحی نازل ہوئی (در رَوضۃ الاحباب گفتہ شیخ زرندی در کتاب نظم درر السمطین روایت میکند از انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کہ گفت من نزد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نشستہ بودم کہ آثارِ وحی در بشرۂ مبارک وے ظاہر شد وچوں وحی منجلی گشت فرمود اے انس ہیچ میدانی کہ جبرئیلؑ برائے من از نزد خداوندِ عرش چہ پیغام آوردہ گفتم یا رسول اللہ ﷺ پدرم و مادرم فدائے تو باوچہ آوردہ فرمود کہ این آوردہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَأْمُرُکَ اَنْ

تُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ . قد نقلت هذه الرواية لان الامام الشوكانیؒ ذكر مثل هذه الرواية عن غير طريق الرواية المذكورة فی هذاالكتاب ثم قال انه موضوع فنقلت كيلا يذهب علیٰ احد ان مقصود الرواية المذكورة موضوع فافهم حق الفهم) اور آپ نے اُن کی عرض کو قبول کیا۔

اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ نکاح حضرت سیّدۃ النساءؓ کا دوسرے سال ہجرت کے رجب یا صفر کے مہینے میں ہوا اور عمر شریف اُس وقت آپ کی اٹھارہ سال کی تھی۔ اور مدارج النبوۃ وغیرہ سے اصلاح الرسوم میں منقول ہے کہ ساڑھے پندرہ سال کی تھی اور حضرت علیؓ کی عمر اکیس سال کی تھی اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ جناب رسول مقبول ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ علی تمہارا پیغامِ نکاح اپنے لیے دیتے ہیں، آپ خاموش رہیں (شریعت میں یہ خاموشی رضامندی کے حکم میں ہے اور واجب ہے کہ بالغہ لڑکی سے اجازت لی جاوے، بغیر اجازت نکاح نہ ہوگا پھر اگر وہ بالغہ کنواری ہو تو اگر ولی اجازت لے سو اُس کی خاموشی رضامندی کے حکم میں ہے اور اگر اجازت لینے والا غیر ولی ہو تو زبان سے کہنا اجازت سمجھا جاویگا اور خاموشی کافی نہ ہوگی اور اگر وہ بالغہ بیوہ ہے اور اُس کا دوسرا یا تیسرا نکاح ہے تو ہر صورت میں اُس کی زبان سے اجازت دینے سے اجازت معتبر ہوگی، کسی صورت میں خاموشی معتبر نہ ہوگی) پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے علیؓ تمہارے پاس کچھ مَہر دینے کو بھی ہے یا نہیں؟ آپؓ نے عرض کیا کہ کچھ بھی نہیں سوائے ایک زِرَہ اور ایک گھوڑے کے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے کی تو تم کو جہاد کے لیے زیادہ ضرورت رہتی ہے ہاں زرہ فروخت کرڈالو چنانچہ حضرت علیؓ زرہ کو بازار میں بیچنے کے لیے لے گئے اور حضرت سیّدنا عثمانؓ نے اُس زرہ کو بعوض ایک سو اسّی درہم کے خرید لیا اور حضرت علیؓ اپنی چادر کے گوشہ میں رقم مذکور باندھ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ کس قدر ہیں؟ حضرت علیؓ (بوجہ شرم) خاموش رہے (کہ ایسی مقدّسہ بیوی کا مہر اِس قدر قلیل رقم ہے کیا جواب دوں پس غلبۂ حیا اور بیکسی نے خاموش کردیا، پس یہ جواب نہ دینا گستاخی اور بے پروائی نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم) پھر حضور ﷺ نے خود مُٹھی مبارک اُس میں سے بھر لی اور مٹھی مبارک میں بائیس درہم سے کچھ زائد آئے اور آپ نے حضرت بلالؓ (یہ موذّن تھے حضور ﷺ کے اور بڑے درجہ کے عالم اور صحابی ہیں) کو حکم دیا کہ خوشبو درہم مذکورہ میں سے لے آویں اور حضرت اُمِ سُلَیم رضی اللہ عنہا (آپ حضرت انسؓ کی والدہ ہیں اِن کا کچھ حال بہشتی زیور حصۂ آٹھ میں درج ہے بڑی بزرگ بیوی ہیں) سے فرمایا کہ علاوہ قیمت خوشبو کے جو بائیس درہم باقی رہے تھے اُنکا جہیز تیار کرو۔

تنبیہ :

واضح ہو کہ جناب سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیرخواہ اور بزرگ اس زمانہ میں کوئی اور نہ تھا جو امر نکاح کو انجام دیتا اِس لیے تمام معاملات آپ نے سالارِ انبیاء ﷺ کے سپرد کیے تھے پس درہم مذکورہ میں یہ تصرف ایسا تھا جیسے کہ شوہر کی طرف سے بطور بَرِی کچھ چیزیں جایا کرتی ہیں تو گویا کہ یہ ایک تحفہ تھا جو حضرت علیؓ کی طرف سے بھیجا گیا اور یہ صورت سُنّت ہے چنانچہ حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ نے رسالۂ مسائل اربعین میں حضور ﷺ کا بَری روانہ کرنا جس میں کچھ نقد بھی تھا حضرت زیدؓ کے نکاح میں حضرت زینبؓ کے یہاں نقل فرمایا ہے (حضرت زیدؓ حضور سرورِ عالم ﷺ کے متبنّٰی صاحبزادہ تھے اب کسی کو متبنّٰی بنانا منع ہے اس طرح کہ وہ متبنّٰی اُس مجازی باپ کی جانب منسوب ہو، جب جائز تھا۔ اور حضرت زینبؓ سے اُن کی شادی کرائی گئی تھی پھر دوسری شادی حضرت زینبؓ کی جناب رسول کریم ﷺ سے ہوئی) اور بظاہر یہ رقم مَہر میں نہیں دی گئی، ہاں یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ رسم بَری میں آج کل بعضے اُمور خلافِ شرع ہوتے ہیں پس یہ وہ طریق نہیں رہا جو حضور ﷺ نے برتا تھا اِس کی پوری تفصیل اصلاح الرسوم میں مندرج ہے اُس کے موافق عمل کرنا چاہیے ہاں جہاں وہ باتیں موجود نہ ہوں اور کوئی فتنہ نہ ہو تو وہاں اِس طریق کا موافق سنت برتنا بڑا ثواب ہے۔ پھر جہیز تیار ہو گیا جس کا بیان آگے آتا ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے اپنے خاص خادم وصحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ اور ابوبکرؓ و عمرؓ وعثمانؓ وطلحہؓ وزبیرؓ اور ایک جماعت انصار کو بُلا لاؤ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے بہت اچھا خطبہ پڑھا جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور نکاح کا ذکر تھا، بعد خطبہ کے نکاح فرمادیا اور چار سو مثقال چاندی (جس کے انگریزی سکّہ سے بعضوں کے نزدیک ایک سو پچاس اور بعضوں کے نزدیک ایک سو چھپّن اور بعضوں کے نزدیک ایک سو سینتیس آٹھ آنہ ہوتے ہیں اور اخیر قول کو مولانا شاہ اشرف علی صاحب نے بہشتی زیور میں اختیار کیا ہے) مَہر مقرر فرمایا اور ایک طباق چھوہاروں سے بھرا ہوا لوگوں میں لُٹا دیا اور حضرت فاطمہؓ کو حضرت اُمِ ایمنؓ کے ہمراہ حضرت علیؓ کے گھر بھیج دیا (حضرت اُم ایمنؓ بڑے درجہ کی صحابیہ اور رسول مقبول ﷺ کی دایہ ہیں اِن کا حال بہشتی زیور حصۂ آٹھ میں درج ہے اور قابلِ دید ہے۔ امام سیوطیؒ نے جامع صغیر میں اِن کی شان میں ایک معتبر حدیث نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو جنت کی بیوی سے نکاح کرنا چاہے وہ اِن سے نکاح کرے اور توکّل کی اِن کے اندر بڑی قوت تھی اِسی وجہ سے جناب رسول مقبول ﷺ نے اِن کو مال جمع کرنے اور آج کا کھانا کل باقی

رکھنے کے لیے منع فرمایا تھا، اِس روایت کو امام غزالی ؒ نے احیاء العلوم میں نقل فرمایا ہے) جہیز آپ کا موافق روایت '' اِزَا لَۃُ الْخِفَاء '' مؤلفۂ مولانا شاہ ولی اللہ محدّث قدّس سرہٗ یہ تھا: دو چادر یمانی جوسوسی کے طور پر ہوتی ہیں دو نہالی جس میں اَلسی کی چھال بھری تھی اور چار گدّی اور دو بازو بند چاندی کے اور ایک کملی اور ایک تکیہ اور ایک پیالہ اور ایک چکّی اور ایک مشکیزہ اور گھڑا ، اور بعضی روایتوں میں ایک پلنگ بھی آیا ہے۔ اور روضۃ الاحباب میں مذکورہ چیزوں کے علاوہ یہ چیزیں اور زیادہ کی ہیں۔ ایک گھڑا (علاوہ مذکورہ کے) اور ایک چھلنی اور ایک کوزہ۔

مدینہ حضرت رسول مقبول ﷺ کا اصلی وطن تو تھا ہی نہیں، آپ اور آپ کے ساتھ مکّہ سے آنے والے لوگ سب مسافر تھے۔ انصار (مدینہ کے جن لوگوں نے بیعت ہو کر رسول مقبول ﷺ کو مدینہ میں بُلایا اور آپ کی خدمت و مہمانداری کی تھی اُن کو انصار کہتے ہیں اور جو لوگ وطن چھوڑ کر مدینۂ منورہ میں آرہے تھے اُن کو مہاجرین کہتے ہیں) نے جو کچھ مکان دیدیے تھے یا کسی نے خرید لیا تھا اُن ہی میں رہتے تھے رسول اللہ ﷺ ابھی تک حضرت ابو ایوبؓ انصاری (یہ مشہور صحابی ہیں پہلے زمانہ کے عالموں کی اولاد میں تھے یعنی حضور ﷺ سے پہلے زمانہ کے عالموں کی نسل میں تھے۔ آنحضرت ﷺ مدینہ آکر اول اِن ہی کے مکان میں رہے) کے مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب حضرت فاطمہ ؓ کا نکاح ہوا تو حضرت علیؓ نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا اور اُس میں رہنے لگے اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ حضرت حارثہؓ (بن نعمان، ایک صحابی ساکن مدینہ کا نام ہے) سے ہمارے رہنے کے لیے مکان کی سفارش فرمادیں تو بہتر ہو کہ اِن کے مکان میں ہم کو آرام ملے گا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اُن سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہیں یہ خبر حضرت حارثہ ؓ کو پہنچی اُنہوں نے حضور سرورِ عالم ﷺ سے عرض کیا کہ یا حضرت جن کے لیے (یعنی حضرت فاطمہؓ و حضرت علیؓ) مکان کی ضرورت ہے وہ مجھ کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں، مکان حاضر ہے۔ آپ ﷺ نے اُن کی اِس مُروّت اور ہمت پر دُعا فرمائی اور حضرت حارثہؓ نے اپنا ایک مکان حضرت علیؓ کے لیے خالی کر دیا۔

اور روضۃ الاحباب میں حضرت فاطمہ ؓ کا جانا ہمراہی حضرت اُم سلیم ؓ منقول ہے ممکن ہے کہ حضرت اُم سلیمؓ اور حضرت اُم ایمنؓ دونوں ہمراہی میں گئی ہوں۔ چلتے وقت حضور سرورِ عالم ﷺ نے حضرت اُم سلیمؓ سے یہ فرمادیا تھا کہ میری بیٹی کو حضرت علیؓ کے گھر لیجا کر اُن کے سپرد کرو اور کہہ دو کہ میں بھی آتا ہوں۔ پس آپ بعد نماز عشاء تشریف لے گئے اور حضرت فاطمہؓ سے پانی طلب فرمایا وہ ایک لکڑی کے پیالہ میں پانی لے آئیں، حضور

ﷺ نے اپنا تھوک مبارک اِس میں ڈال دیا اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ اِدھر مُنہ کرو اور اُن کے سینۂ مبارک اور سر مبارک پر تھوڑا پانی چھڑکا اور دُعا فرمائی کہ الٰہی اِن کو اور اِن کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں پھر فرمایا کہ اِدھر پیٹھ کرو اور آپ نے پھر وہی عمل کیا لیکن پانی نہ چھڑکا، پھر ارشاد ہوا کہ بسم اللہ برکت کے ساتھ اپنے گھر میں جاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک برتن میں پانی لے کر اُس میں لعاب مبارک ڈالا اور معوذتین پڑھ کر دعا کی پھر حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو سلسلہ وار حکم دیا کہ اِسے پی لو اور وضو کرلو پھر دونوں صاحبوں کے لیے دُعائے اُلفت و برکت اولاد و خوش نصیبی و طہارت از معاصی کی فرمائی اور فرمایا کہ جاؤ آرام کرو۔

فقیر کہتا ہے کہ ممکن ہے دونوں عمل آپ نے فرمائے ہوں پس روایات میں اختلاف نہ رہا اور حضور ﷺ نے کام اِس طرح تقسیم فرمایا کہ باہر کا کام حضرت علیؓ کے ذمہ اور گھر کا کام حضرت فاطمہؓ کے ذمہ اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ باہر کا کام حضرت علیؓ یا اُن کی والدہ صاحبہ انجام دیں یہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا (غالب یہ ہے کہ والدہ ماجدہؓ حضرت علیؓ کی اُس وقت بوڑھی ہوں گی نیز بوجہ اُس زمانے کے بابرکت ہونے کے بہت سخت احتیاط پردہ کی جیسی کہ آج کل ضرورت ہے نہ تھی عورتیں مسجد میں نماز کو بھی آتی تھیں مگر یہ حکم حضرت عائشہؓ کے زمانہ سے منسوخ ہوگیا چونکہ وہ برکت نہ رہی اور فتنہ پیدا ہوگیا۔ پردہ کے پورے مسائل اصلاح الرسوم اور بہشتی زیور میں ملاحظہ ہوں اور اُسی کے موافق عملدرآمد کرنا چاہیے) اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو کچھ چھوہارے اور منقّے ولیمہ کے لیے خود مرحمت فرمائے۔ اور ایک جماعت انصار نے کئی صاع (صاع ۲۳۴ تولہ کا ایک وزن ہے کذا فی کریم اللغات) جو حضرت علیؓ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیے پس ولیمہ آپ کا یہ چند صاع جَو تھے اور کچھ چھوہارے اور کچھ مالیدہ۔ ولیمہ کا یہ سامان اصلاح الرسوم سے نقل کیا گیا ہے۔

صاحبو! یہ دونوں جہاں کی شہزادی اور تمام عورتوں کی سردار مقبول بیوی کی شادی ہے جس میں ترکِ دنیا اور زہد کا جلوہ نظر آرہا ہے جس کے باپ سردار تمام مخلوق کے ہوں اور جن کے پیرُوں تلے رُوئے زمین کے خزانے ہوں اگر چاہیں اور اُن کی صاحبزادی محبوبہ اور لختِ جگر کی شادی اس طریق سے ہو تو صد افسوس ہے اور بڑی نحوست ہے اُن اُمتیوں پر جو اپنی شادیاں گناہوں اور تکلفات کے ساتھ کریں۔ اِس مقدّس نکاح کے متعلق کچھ فائدے ہیں جو اصلاح الرسوم میں درج ہیں اُن کو ضرور ملاحظہ فرمایئے یہاں نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں اِس لیے ترک کیا۔ دُنیا جیسی ناپاک چیز کی طرف اِس مبارک خاندان نبوی ﷺ نے کبھی توجہ ہی نہ فرمائی جن کے گھر مہینوں

چولھے میں آگ نہ جلی اور جنہوں نے فقر و فاقہ کو اپنا فخر اور اپنی عزت سمجھا اور اُمت کو بھی اِسی کی رغبت دلائی۔ محبت اور تابعداری کا یہی مقتضا ہے کہ ہم لوگ بھی بالکل یہی طریق اختیار کریں بقدرِ ضرورت دُنیا پر کفایت کریں جس سے نیک اعمال بجالاسکیں اور دُنیا کو مسافر خانہ سمجھیں اور بس ہر امر میں حضور ﷺ کا طریق اختیار کریں۔ ؎

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے ۔۔۔ یہ عبرت کی جاہ ہے تماشا نہیں ہے

عذاب دوزخ نہایت دردناک ہے چند روزہ دُنیا کو جیسے ہوسکے گزار کر فلاح دینی اور رضائے الٰہی اور دوزخ سے نجات حاصل کرنا چاہیے۔

تیسری فصل .... حضرت فاطمہ ؓ کی وفات شریف کے بیان میں :

حضرت فاطمہؓ کی عمر شریف اٹھائیس سال کی اور بقول بعض کچھ کم تھی کہ جناب رسول کریم ﷺ نے وفات فرمائی۔ جناب سیّدۃُ النساء کو بے حد صدمہ ہوا حتّٰی کہ حضور ﷺ کی وفات شریف کے بعد کسی نے آپ کو ہنستے نہ دیکھا، آخر اِسی صدمہ میں عالم بقاء کو تشریف لے گئیں اور یہ نازک واقعہ حضور ﷺ کی وفات شریف کے چھ ماہ بعد پیش آیا۔ روضۃ الاحباب میں منقول ہے کہ حضرت علیؓ حضرت سیدۃُ النساءؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی میں اپنے دِلِ دردمند کو بعد جناب رسول مقبول ﷺ کے تم سے تسکین دیتا تھا (کہ آپ نمونہ تھیں آنحضرت ﷺ کا) اب تمہارے بعد کس سے اپنے دل کو تسکین دوں گا اور بہت روئے اور یہ دو بیتیں فرمائیں۔

لِکُلِّ اِجْتِمَاعٍ مِنْ خَلِیْلَیْنِ فُرْقَۃٌ ۔۔۔ وَکُلُّ الَّذِیْ غَیْرُ الْفِرَاقِ قَلِیْلٌ

وَاِنَّ افْتِقَادِیْ فَاطِمًا بَعْدَ اَحْمَدَ ۔۔۔ دَلِیْلٌ اَنْ لَّا یَدُوْمَ خَلِیْلٌ

''جہاں دو دوستوں کا اجتماع ہوگا فرقت اور جدائی ضرور پیش آوے گی اور جُدائی کثرت سے ہے اور چیزیں جُدائی کے سوا کم ہیں۔ اور میری تسکین قلب کے لیے فاطمہؓ کی حاجت بعد جناب رسول مقبول ﷺ کے دلیل ہے کہ کوئی دوست ہمیشہ نہ رہے گا''۔

وفات شریف ۳ر رمضان المبارک سن ۱۱ھ منگل کی رات میں واقع ہوئی۔ اُس زمانہ میں عورتوں کے جنازے کو بھی اِسی طرح لیجاتے تھے جیسے کہ آج کل مردوں کے جنازے کو لیجاتے ہیں کوئی خاص پردہ نہ ہوتا تھا۔ حضرت سیّدۃُ النساء ؓ کو اس کی بڑی فکر تھی کہ میرا جنازہ باہر کو بغیر (اعلیٰ درجہ کے پردہ کے) جاوے گا اور لوگ دیکھیں

گے، آپ کو اعلیٰ درجہ کی شرم تھی (تُف ہے اُن پر جو دعویٰ محبت حضرت فاطمہؓ کا کریں اور علانیہ بے پردہ پھریں اور آپؓ کی پیروی سے دُور رہیں۔ حیائے شرعی بہت بڑی نعمت ہے جس قدر ایمان کامل ہوگا اُسی قدر حیا و غیرت کامل ہوگی۔

مرنے سے کئی روز پہلے آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بی بی حضرت اسماءؓ سے اِس کا ذکر کیا اُنہوں نے کہا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ عورت کے جنازہ پر درخت کی نرم شاخیں باندھ کر ایک ڈولے کی صورت پر ڈالنے کے لیے بناتے ہیں جس سے نعش پر نظر نہیں پڑتی اور جیسا آج کل رواج ہے جس کو گہوارہ کہتے ہیں بنا کر دکھلایا اُسے دیکھ کر حضرت فاطمہؓ بہت خوش ہو کر ہنسیں (آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد زندگی بھر میں صِرف ایک دفعہ اِسی بات پر ہنسی ہیں) اور حضرت اسماءؓ سے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم ہی مجھ کو غسل و کفن دینا اور کسی کو نہ آنے دینا اور جیسا تم نے دکھلایا ہے میرے جنازے پر ضرور اِسی طرح کا پردہ بنا دینا۔ حضرت علیؓ نیز حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ کو آپ کی وفات شریف کا بڑا صدمہ ہوا۔ آپؓ کے غسل کی نسبت مختلف روایتیں ہیں بندہ اپنی سمجھ کے موافق اُن سب کو نقل کر کے باہم مطابقت کیے دیتا ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ امر ثبوت کو پہنچا ہے کہ حضرت علیؓ نے خود غسل دیا اور اِس روایت کی صحت کا قرینہ آئندہ آویگا۔

دوسری روایت جس میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا غسل دینا مذکور ہے۔ تیسری روایت جس کو محمد بن سعد کاتب واقدی اپنے طبقات میں لائے ہیں اور کتاب کشف الغمہ میں مسند امام احمدؒ سے نقل کیا ہے اس طرح ہے کہ حضرت سیّدۃُ النساء رضی اللہ عنہا نے اپنی وفات کے دن (جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی کام سے باہر مکان کے تشریف لے گئے تھے) حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے، جو جناب رسول اللہ ﷺ کی آزاد کردہ لونڈی تھیں فرمایا کہ میرے لیے پانی تیار کرو تاکہ نہالوں۔ حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حکم کی تعمیل کی پس آپ نے نہایت عمدہ طور سے غسل فرمایا پھر آپ نے صاف کپڑے طلب فرمائے اور پہن لیے اور مجھ سے فرمایا کہ میرا بستر درمیان مکان میں بچھا دو سو میں نے بچھا دیا۔ آپ نے اُس جگہ قبلہ رُو ہو کر اور داہنا ہاتھ مُنہ مبارک کے نیچے رکھ کر تکیہ لگایا اور فرمایا اے سلمیٰؓ میں اِس وقت اِس جہاں سے جاتی ہوں اور میں نے غسل کرلیا ہے چاہیے کہ مجھے کوئی برہنہ نہ کرے، یہ فرمایا اور عالمِ آخرت کو تشریف لے گئیں۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے ہم کو روتے دیکھا پس دریافت فرمایا کہ کیا ہوا؟ میں نے

پورا حال بیان کر دیا آپؓ نے مرحومہ کی وصیت کے موافق دفن فرما دیا۔ شامی جلد اول صفحہ ۵۷۶ مصری میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غسل دینا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ خصوصیت تھی، ہر خاوند کو یہ امر جائز نہیں اور حنفیہؒ کا یہی مذہب ہے اور مفصل بیان اِس کا احیاء السنن میں ہے۔ احتمال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود غسل دیا ہو یا غسل میں اِعانت کی ہو جس کو مجازاً غسل کہہ دیا گیا اِس لیے کہ بعض روایات میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینا منقول ہے جیسا کہ گزرا۔

چوتھی روایت جس میں آپ کا کشف مذکور ہے اگر ثابت تسلیم کیا جاوے اُس کا یہ جواب ہے جو ذرا غور سے اچھی طرح سمجھ نہیں آسکتا ہے کہ آپ نے غسل کو منع نہیں فرمایا تھا بلکہ غرض یہ تھی کہ چونکہ میں نہا چکی ہوں غسل میں زیادہ مبالغہ نہ کیا جاوے بلکہ معمولی طور پر غسل دیدیا جاوے زیادہ مبالغہ کرنے میں بدن زیادہ کُھل جاتا ہے پس معمولی طور پر غسل میں یہ بات نہ ہوگی چنانچہ وصیت کی تعمیل کر دی گئی اَب بحمد اللہ تعالیٰ اِن مختلف روایات کی نہایت عمدہ طور پر مطابقت ہوگئی اور اختلاف باقی نہ رہا۔ یہ مقام ذرا دُشوار تھا اللہ کا بے حد احسان ہے کہ سہولت سے یہ مضمون قلب پر وارد ہوگیا اور ظن غالب یہی ہے کہ واقع میں بھی یہ مضمون صحیح ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ میری سعی کا منتہیٰ ہے اگر اِس سے بہتر کسی کے فہم میں کوئی صورت تطبیق روایات کی آجاوے وہ اُسے اختیار کر لے اور شکر بجالاوے۔

الغرض حسب رائے حضرت سیّدہ آپ کا جنازہ درست کیا گیا۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ پر اِس قسم کا گہوارہ باندھا گیا ہے۔ پھر حضرت زینبؓ (یہ بیوی ہیں حضور ﷺ کی اور جحش کی بیٹی ہیں اور بعضوں نے کہا کہ حضرت فاطمہؓ کے بعد حضرت سودہؓ زوجہ نبی ﷺ کے جنازہ پر گہوارہ باندھا گیا) پر اسی طرح رکھا گیا اِس کے بعد مسلمانوں میں رواج ہوگیا بوجہ غلبۂ حیا و شرم کے حضرت سیّدہؓ کی یہ بھی خواہش تھی کہ وہ رات ہی میں دفن ہوں چنانچہ اِسی وجہ سے اُسی رات کو اہل مدینہ کے قبرستان بقیع میں لے گئے اور حضرت علیؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اِس قدر جلد رات ہی کو دفن ہو جانے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو اِس کی خبر بھی نہ ہوئی اور افسوس رہ گیا کہ ایسے برکت والے جنازہ سے محرومی رہی (آپ کے دفن کی جگہ میں اختلاف ہے، ایک قول تو اُوپر بیان ہو چکا، بعض نے یہ کہا ہے کہ اپنے مکان میں دفن ہوئیں جو اَب مسجد نبوی کے فرش میں آکر برابر ہوگیا ہے اور بعض کا یہ قول ہے کہ ایک اور جگہ دفن ہوئیں جس کو مسجد فاطمہؓ کہتے ہیں اور وہ "بیت الاحزان" کے نام سے مشہور ہے اور بقیع میں واقع ہے، دوسرا قول بعید معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

چوتھی فصل ...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا بیان :

رسول مقبول ﷺ کی اولاد میں صرف جناب سیّدۃُ النساءؓ کی اولاد باقی رہی جس سے باعتبار اولاد کے حضور ﷺ کا نیز حضرت فاطمہ ؓ کا نام پاک جاری ہے۔ حضرت سیدہؓ کے تین صاحبزادے تھے: امام حسنؓ، امام حسینؓ، محسنؓ اور تین بیٹیاں زینبؓ، اُم کلثومؓ، رُقیہؓ۔ حضرت محسنؓ اور حضرت رُقیہ ؓ کا بہت چھوٹی عمر میں اللہ تعالیٰ سے وصال ہو گیا تھا، آج دُنیا میں رسول اللہ ﷺ کی اولاد حضرت فاطمہؓ کے دو صاحبزادوں حضرت سیّدنا امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ سے جاری ہے۔ حضرت اُم کلثوم ؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے اور حضرت زینبؓ کی شادی حضرت علیؓ نے اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفرؓ سے جو بڑے سخی تھی فرمادی تھی۔ جناب فاطمہ زَہراءؓ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت دی، بڑے بڑے دین کے پیشوا اور مقدّس حضرات جیسے حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور حضرت سیّدنا غوث الاعظم وغیرہم رضی اللہ عنہم وارضاہم اور حضرت خاتم الخلفاء سیّدنا و مولانا امام مہدی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آپ ہی کی اولاد میں ہوں گے **فَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى اَبِيْهَا وَعَلَيْهَا وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ** .

مولانا مفتی عنایت احمد صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ ہونا حضرت امام مہدیؒ کا امام حسنؓ کی اولاد میں، اِس میں دو حکمتیں ہیں (یعنی ہمارے فہم میں اور حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) ایک یہ کہ حضرت ابراہیمؑ کے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ تھے اور چھوٹے حضرت اسحٰقؑ، سو جس طرح حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں سب انبیاء ہوئے اور اشرف الانبیاء ﷺ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں ہوئے، اسی طرح امام حسینؓ کی اولاد میں دیگر امام پیدا ہوئے اور خاتم الائمۃ الخلفاءِ الراشدین حضرت امام مہدیؒ امام حسنؓ کی اولاد میں ہوں گے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ امام حسنؓ نے برائے حفاظت قتل و خونریزی اُمت محمدیہ خلافت کو چھوڑ دیا تھا اُس کے عوض اللہ تعالیٰ اُن کی اولاد میں ایسی مقدّسہ ذات کو پیدا کرے گا جو تمام رُوئے زمین کے بادشاہ ہوں گے و نیز اعلیٰ درجہ کے منصف اور دیندار ہوں گے اور اُمت محمدیہ کو عمدہ راحت اُن کے زمانہ میں نصیب ہوگی جیسے کہ حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنی جان خدا کی راہ میں دے دی تھی یعنی ذبح کے لیے تیار ہو گئے تھے اور حق تعالیٰ نے اُن کی اولاد میں رسول مقبول ﷺ کو پیدا کیا جن سے عالم روشن ہو گیا اور گمراہی سے ہدایت نصیب ہوئی۔ مولانا صاحبؒ کی عبارت کو بندہ نے اپنے نزدیک مناسب سمجھ کر ضروری تغیر کے ساتھ نقل کیا ہے لیکن اُس عبارت کا اصلی مطلب فوت نہیں ہونے دیا۔ (جاری ہے)

محرم الحرام کی فضیلت

اور

منکراتِ مروجہ کی مذمت

حضرت مولانا سید مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمہ اللہ

خلیفۂ ارشد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز

اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سب روزوں سے افضل رمضان کے بعد اللہ تعالیٰ کا مہینہ محرم ہے (یعنی اِس کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا رمضان کے سوا اور سب مہینوں کے روزہ سے زیادہ ثواب رکھتا ہے) (مسلم شریف)۔ اور جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ اس لیے آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا "یہ کیا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: یہ بڑا دن ہے اِس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ اور اُن کی قوم کو نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اُس کی قوم غرق ہوئی، پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کا روزہ بطورِ شکر کے رکھا تو ہم بھی اس کا روزہ رکھتے ہیں۔ پس ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، تو ہم زیادہ حق دار ہیں موسیٰؑ کے تم سے، پھر حضور ﷺ نے اس کا روزہ رکھا اور (دوسروں کو) اِس کے روزہ کا حکم دیا۔ (متفق علیہ) نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، میں اُمید رکھتا ہوں حق تعالیٰ سے کہ عاشورا کا روزہ کفارہ ہوجاتا ہے اُس سال کا (یعنی اُس سال کے چھوٹے گناہوں کا) جو اِس سے پیشتر (گزر چکا) ہے۔ (مسلم شریف)

اور حدیث شریف میں ہے کہ جب رسول خدا ﷺ نے روزہ رکھا اور اُس کے روزہ کا حکم دیا تو انہوں نے (یعنی صحابہؓ نے) عرض کیا کہ یہ ایسا دن ہے جس کو یہود اور نصاریٰ معظم سمجھتے ہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو نو تاریخ کو (بھی) ضرور روزہ رکھوں گا۔ (مسلم شریف) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ روزہ رکھو تم عاشورہ کا اور مخالفت کرو اِس میں یہود کی اور (وہ اس طرح کہ) روزہ رکھو اِس سے ایک دن پہلے کا یا ایک دن بعد کا (غرض تنہا عاشورہ کا روزہ نہ رکھو، اس سے ایک دن پہلے کا یا بعد کا ملالینا

چاہیے) **جمع الفوائد عن احمد والبزار بلین والیه ذهب فقهاء فاكرهوا انفراد عاشوراء بالصوم** اور حدیث شریف میں ہے کہ عاشورہ کا روزہ رمضان (کے روزے فرض ہونے) سے پیشتر (بطورِ فرضیت) رکھا جاتا تھا۔

پس جب رمضان (کے روزوں کا حکم) نازل ہوا تو جس نے چاہا (عاشورا کا روزہ) رکھا اور جس نے چاہا نہ رکھا۔(**جمع الفوائد عن الستة الا النسائی**) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس شخص نے فراخی کی اپنے اہل وعیال پر خرچ میں عاشورہ کے دن، فراخی کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر (رزق میں) تمام سال۔(**رزین و بیهقی و فی المرقاة قال العراقی له طرق بعضها صحیح وبعضها علی شرط مسلم**) پس یہ دو باتیں تو کرنے کی ہیں: ایک روزہ رکھنا کہ وہ مستحب ہے۔ دوسرے مصارف میں کچھ فراخی کرنا (اپنی حیثیت کے موافق) اور یہ مباح ہے۔ اِس کے علاوہ اور سب باتیں جو اِس دن میں کی جاتی ہیں خرافات ہیں، لوگ اِس دن میلہ لگاتے ہیں اور حضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مصائب کا ذکر کرتے ہیں اور اُن کا ماتم کرتے ہیں اور مرثیہ پڑھتے ہیں اور روتے چلاتے بھی ہیں اور بعض لوگ تو تعزیہ اور عَلَم وغیرہ بھی نکالتے ہیں اور اُن کے ساتھ شرک وکفر کا معاملہ کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں واجب الترک ہیں، شریعت میں اِس ماتم وغیرہ کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ اِن سب اُمور کی سخت ممانعت آئی ہے۔

تنبیہ :

بعض لوگ اس روز مسجد وغیرہ میں جمع ہو کر ذکر شہادت وغیرہ سناتے ہیں۔ اس میں ثقہ لوگ بھی غلطی سے شریک ہوجاتے ہیں اور بعض اہل علم بھی اِس کو جائز سمجھنے کی عظیم غلطی میں مبتلا ہیں۔ درحقیقت یہ بھی ماتم ہے، گو مہذب طریقہ سے ہے کہ سینہ وغیرہ وحشی لوگوں کی طرح نہیں کوٹتے، لیکن حقیقت ماتم کی یہاں بھی موجود ہے، **واللہ اعلم بالصواب** . اور اِرشاد فرمایا حق تعالیٰ نے پس جس شخص نے ذرّہ کے برابر نیکی کی وہ اُس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ کے برابر بُرائی کی وہ اُس کو دیکھ لے گا۔

چونکہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اصلاح الرسوم'' میں منکرات مروجہ کی نہایت عمدہ طریق پر تفصیل کے ساتھ اصلاح فرمائی ہے، اس واسطے اصلاح الرسوم باب سوم کی فصل سوم سے عشرۂ محرم کی رسومِ قبیحہ کا بیان لکھا جاتا ہے۔ یہ رسوم دو قسم کی ہیں :

ایک وہ جو فی نفسہ حرام ہیں۔ دوسری وہ جو فی نفسہٖ مباح تھیں مگر فسادِ عقیدہ کے سبب حرام ہو گئیں۔ دونوں کو جدا جدا بیان کیا جاتا ہے۔

قسم اول کے منکرات :

(۱) تعزیہ بنانا : جس کی وجہ سے طرح طرح کا فسق و شرک صادر ہوتا ہے۔ بعض جہلاء کا اعتقاد ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ اِس میں حضرت امام حسینؓ رونق افروز ہیں اور اِس وجہ سے اُس کے آگے نذر و نیاز رکھتے ہیں جس کا مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہو کر کھانا حرام ہے۔ اُس کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑے ہوتے ہیں، اُس کی طرف پشت نہیں کرتے، اُس پر عرضیاں لٹکاتے ہیں، اُس کے دیکھنے کو زیارت کہتے ہیں اور اِس قسم کے واہی تباہی معاملات کرتے ہیں جو صریح شرک ہیں۔ ان معاملات کے اعتبار سے تعزیہ اس آیت کے مضمون میں داخل ہے اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ یعنی کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو۔ اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ یا تو اُس کی بیحد تعظیم و تکریم ہو رہی تھی اور یا دفعۃً اُس کو جنگل میں لے جا کر توڑ پھوڑ برابر کیا۔ معلوم نہیں آج وہ ایسا بے قدر کیوں ہو گیا، واقعی جو امر خلافِ شرع ہوتا ہے وہ عقل کے بھی خلاف ہوتا ہے۔ بعضے نادان یوں کہتے ہیں کہ صاحب اِس کو حضرت امام عالی مقام کے ساتھ نسبت ہو گئی اور اُن کا نام لگ گیا اس لیے تعظیم کے قابل ہو گیا۔ جواب اِس کا یہ ہے کہ نسبت کی تعظیم ہونے میں کوئی کلام نہیں مگر جبکہ نسبت واقعی ہو مثلاً حضرت امام حسینؓ کا کوئی لباس ہو یا اور کوئی اُن کا تبرک ہو۔ ہمارے نزدیک بھی وہ قابل تعظیم ہیں اور جو نسبت اپنی طرف سے تراشی ہوئی ہو وہ ہرگز اسبابِ تعظیم سے نہیں ورنہ کل کو کوئی خود امام حسینؓ ہونے کا دعویٰ کرنے لگے تو چاہیے کہ اس کو اور زیادہ تعظیم کرنے لگو، حالانکہ بالیقین اُس کو گستاخ و بے ادب قرار دے کر اُس کی سخت توہین کے درپے ہو جاؤ گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسبتِ کاذبہ سے وہ شے معظم نہیں ہوئی بلکہ اِس کذب کی وجہ سے زیادہ اہانت کے قابل ہوتی ہے۔ اس بنا پر انصاف کر لو کہ تعزیہ تعظیم کے قابل ہے یا اِہانت کے۔

(۲) معازف و مزامیر کا بجانا : جس کی حرمت حدیث میں صاف صاف مذکور ہے اور باب اوّل میں وہ حدیث لکھی گئی ہیں اور قطع نظر خلافِ شرع ہونے کے عقل کے بھی تو خلاف ہے۔ معازف و مزامیر تو سامانِ سرور ہیں، سامانِ غم میں اِس کے کیا معنی؟ یہ تو در پردہ خوشی منانا ہے۔ ع برچنیں دعوائے اُلفت آفریں

(۳) مجمع فساق و فجار کا جمع ہونا : جس میں وہ فحش واقعات ہوتے ہیں کہ ناگفتہ بہ ہیں۔

(۴) نوحہ کرنا : جس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ لعنت فرمائی ہے رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والے اور اُس کی طرف کان لگانے والے کو۔روایت کیا اِس کو ابوداؤد نے۔

(۵) مرثیہ پڑھنا : جس کی نسبت حدیث میں صاف ممانعت آئی ہے۔ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیوں سے منع فرمایا۔

(۶) اکثر موضوع روایت پڑھنا : جس کی نسبت احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

(۷) ان ایام میں قصداً زینت ترک کرنا : جس کو سوگ کہتے ہیں اور حکم اِس کا شریعت میں یہ ہے کہ عورت کو صرف خاوند پر چار ماہ دس دن یا وضع حمل تک واجب ہے اور دوسرے عزیزوں کے مرنے پر تین دن جائز ہے باقی حرام، سواَب تیرہ سو سال کے بعد یہ عمل کرنا بلاشک حرام ہے۔

(۸) کسی خاص لباس یا کسی خاص رنگ میں اظہارِ غم کرنا : ابن ماجہ میں حضرت عمران بن حصینؓ سے ایک قصہ میں منقول ہے کہ ایک جنازہ میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ غم میں چادر اُتار کر صرف کُرتہ پہنے ہیں یہ وہاں غم کی اصطلاح تھی۔آپ ﷺ نہایت ناخوش ہوئے اور فرمایا کیا جاہلیت کے کام کرتے ہو یا جاہلیت کی رسم کی مشابہت کرتے ہو؟ میرا تو یہ اِرادہ ہوگیا تھا کہ تم پر ایسی بد دعا کروں کہ تمہاری صورتیں مسخ ہوجاویں۔پس فوراً اُن لوگوں نے اپنی چادریں لے لیں اور پھر کبھی ایسا نہیں کیا۔اِس سے ثابت ہوا کہ کوئی خاص وضع وہیئت اظہارِ غم کے لیے بنانا حرام ہے۔

(۹) بعض لوگ اپنے بچوں کو امام حسینؓ کا فقیر بناتے ہیں اور ان سے بعضے بھیک بھی منگواتے ہیں، اِس میں اعتقادی فساد تو یہ ہے کہ اِس عمل کو اِس کی طویل حیات میں مؤثر جانتے ہیں یہ صریح شرک ہے کہ بھیک مانگنا بلا اِضطرار حرام ہے۔

(۱۰) حضرات اہل بیتؓ کی اِہانت برسر بازار کرتے ہیں، اگر ایام عذر کے واقعات جس میں کسی خاندان کی عورتوں کا ہتک ہوا ہو اِس طرح علی الاعلان گائے جاویں، اُس خاندان کے مردوں کو کس قدر غیض و غضب آئے گا۔پھر سخت افسوس ہے کہ حضرات اہل بیتؓ کے حالات اعلان کرنے میں غیرت بھی نہ آئے۔

اور اس طرح کے بہت سے اُمور قبیحہ ہیں جو اِن دنوں میں کیے جاتے ہیں اُن کا اختیار کرنا اور ایسے مجمع میں جانا سب حرام ہے اور یہی تمام تر فضیحتیں پھر چہلم کو دُہرائی جاتی ہیں۔

قسم دوم کے منکرات :

(۱) کھچڑا یا اور کچھ کھانا پکانا احباب یا مساکین کو دینا اور اِس کا ثواب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بخش دینا، اِس کی اصل وہی حدیث ہے کہ جو شخص اِس دن میں اپنے عیال پر وسعت دے، اللہ تعالیٰ سال بھر تک اُس پر وسعت فرماتے ہیں۔ وسعت کی یہ بھی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ بہت سے کھانے پکائے جاویں خواہ جدا جدا یا ملا کر کھچڑا میں کئی جنس مختلف ہوتی ہیں اِس لیے وہ اِس وسعت میں داخل ہوسکتا تھا۔ چنانچہ دُرمختار میں ہے وَلَا بَأْسَ بِالْمُعْتَادِ خَلَطًا وَّيُوَجِّهُ جب اہل وعیال کو دیا کچھ غریب غرباء کو بھی دے دیا۔ حضرت امامین (حضرت امام حسنؓ وحضرت امام حسینؓ) کو بھی ثواب بخش دیا۔ مگر چونکہ لوگوں نے اِس میں طرح طرح کی رسوم کی پابندی کرلی ہے گویا خود اِس کو ایک تہوار قرار دیدیا ہے اِس لیے رسم کے طور پر کرنے سے ممانعت کی جائے گی۔ بلا پابندی اگر اِس روز کچھ فراخی خرچ میں کھانے پینے میں کردے تو مضائقہ نہیں۔

(۲) شربت پلانا : یہ بھی اپنی ذات میں مباح تھا، کیونکہ جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت پلانے میں کیا حرج تھا؟ مگر وہی رسم کی پابندی اس میں ہے اور اِس کے علاوہ اِس میں اہل رِفض کے ساتھ تشبہ بھی ہے، اس لیے یہ بھی قابل ترک ہے۔

تیسرے اِس میں ایک مضمر خرابی یہ ہے کہ شربت اِس مناسبت سے تجویز کیا گیا ہے کہ حضرات شہدائے کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے اور شربت مسکن عطش (پیاس بجھانے والا) ہے، اِس لیے اِس کو تجویز کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے عقیدہ میں شربت پہنچتا ہے جس کا باطل اور خلافِ قرآن مجید ہونا فصل دوم میں مذکور ہوچکا ہے اور اگر پلانے کا ثواب پہنچتا ہے تو ثواب سب یکساں ہے، کیا صرف شربت دینے کو ثواب میں تسکینِ عطش کا خاصہ ہے۔ پھر یہ بھی اِس سے لازم آتا ہے کہ اُن کے زعم میں اَب تک شہدائے کربلا نعوذ باللہ پیاسے ہیں، یہ کس قدر بے ادبی ہے۔ اِن مفاسد کی وجہ سے اِس سے بھی احتیاط لازم ہے۔

(۳) شہادت کا قصہ بیان کرنا : یہ بھی فی نفسہ چند روایات کا ذکر کردینا ہے۔ اگر صحیح ہوں تو روایات کا بیان کردینا فی ذاتہ جائز تھا مگر اِس میں یہ خرابیاں عارض ہوگئیں :

(الف) مقصود اِس بیان سے ہیجان اور جلب غم اور گریہ وزاری کا ہوتا ہے، اس میں صریح مقابلہ شریعت مطہرہ ہے کیونکہ شریعت میں ترغیبِ صبر مقصود ہے اور تعزیت سے یہی مقصود ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ مزاحمت

شریعت کی سخت معصیت اور حرام ہے، اس لیے گریہ وزاری کو بھی قصداً یاد کر کے لانا جائز نہیں۔ البتہ غلبۂ غم سے اگر آنسو آجائیں تو اِس میں گناہ نہیں۔

(ب) لوگوں کو اِسی لیے بلایا جاتا ہے اور ایسے اُمور کے لیے تداعی واہتمام خود ممنوع ہے۔

(ج) اِس میں مشابہت اہلِ رِفض کے ساتھ بھی ہے، اس لیے ایسی مجلس کا منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا سب ممنوع ہے۔ چنانچہ مطالب المومنین میں صاف منع لکھا ہے اور قواعدِ شرعیہ بھی اِس کے مشاہد ہیں اور یہ تو اُس مجلس کا ذکر ہے جس میں کوئی مضمون خلاف نہ ہو۔ اور نہ وہاں نوحہ وماتم ہو اور جس میں مضامین بھی غلط ہوں یا بزرگوں کی توہین ہو یا نوحۂ حرام ہو، جیسا کہ غالب اِس وقت میں ایسا ہی ہے تو اُس کا ''حرام'' ہونا ظاہر ہے اور اِس سے بدتر خود شیعہ کی مجالس میں جا کر شریک ہونا بیان سننے کے لیے یا ایک پیالہ فرینی اور دونان کے لیے۔

'' اصلاح الرسوم '' کا مضمون ختم ہوا۔ اب '' زوالُ السنۃ '' سے بعض رسوم قبیحہ کی مذمت نقل کی جاتی ہے :

(۱) بعض لوگ اُس بچے کو منحوس سمجھتے ہیں جو محرم میں پیدا ہو یہ بھی غلط عقیدہ ہے۔

(۲) بعض لوگ اِن ایام میں شادی کو برا سمجھتے ہیں۔ یہ عقیدہ بھی باطل ہے۔

(۳) بعض جگہ اِن ایام میں گُلکہ، دَھنیا، مصالح تقسیم کرتے ہیں، یہ بھی واجب الترک ہے۔

(۴) بعض شہروں میں اِس تاریخ کو روٹیاں تقسیم کی جاتی ہیں اور ان کی تقسیم کا یہ طریقہ نکالا ہے کہ چھتوں کے اُوپر کھڑے ہو کر پھینکتے ہیں جس سے کچھ تو لوگوں کے ہاتھ میں آتی ہیں اور اکثر زمین پر گر کر پَیروں میں روندی جاتی ہیں جس سے رزق کی بے ادبی اور گناہ ہونا ظاہر ہے۔ حدیث شریف میں اکرام رزق کا حکم اور اُس کی بے احترامی و بال سلبِ رزق آیا ہے۔ خدا سے ڈرو اور رزق برباد مت کرو (اور بے ادبی کے علاوہ بدعت اور ریا وغیرہ کا گناہ بھی اِس رسم میں موجود ہے)۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ (ماخوذ از : بارہ مہینوں کے فضائل واحکام)

اولاد کی تعلیم و تربیت

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ ﴾

بہت سے لوگوں کو اولاد کی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور اولاد گلی کوچوں میں بھٹکتی پھرتی ہے۔ بچوں کے لیے پیٹ کی روٹی اور تن کے کپڑوں کا تو انتظام کر دیتے ہیں لیکن اُن کی باطنی پرورش یعنی اخلاقی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے۔ اِن میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے اپنے ماں باپ نے اُن کا ناس کھویا تھا اُنہیں پتہ ہی نہیں کہ تربیت کیا چیز ہے اور بچوں کو کیا سکھائیں اور کیا سمجھائیں۔ اس عظیم غفلت میں اُن لوگوں کا بھی حصہ ہے جو خود تو نمازی ہیں اور کچھ اخلاق و آداب سے بھی واقف ہیں لیکن ملازمت یا تجارت میں اِس طرح اپنے آپ کو پھنسا دیا ہے کہ بچوں کی طرف توجہ کرنے کے لیے اُن کے پاس گویا وقت ہی نہیں، حالانکہ زیادہ کمانے کی ضرورت اولاد ہی کے لیے ہوتی ہے۔ جب زیادہ کمانے کی وجہ خود اولاد ہی کے اعمال و اخلاق کا خون ہو جائے تو ایسا کمانا کس کام کا؟

بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جو اچھا خاصا علم بھی رکھتے ہیں مصلح بھی ہیں اور مرشد بھی ہیں، دُنیا بھر کے لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں، سفر پر سفر کرتے رہتے ہیں۔ کبھی یہاں وعظ کہا کبھی وہاں تقریر کی، کبھی کوئی رسالہ لکھا کبھی کوئی کتاب تالیف کی، لیکن اولاد کی اصلاح سے بالکل غافل ہیں۔ حالانکہ اپنے گھر کی خبر لینا سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ اولاد کی جانب سے جب چند سال غفلت برت لیتے ہیں اور اُن کی عمر دس بارہ سال ہو جاتی ہے تو اب اُن کو صحیح راہ پر لگانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں توجہ تو ہے لیکن وہ اولاد کو حقیقی علم سے بالکل محروم رکھتے ہیں یعنی اولاد کو اسلام نہیں سکھاتے۔ بیس بیس سال کی اولاد ہو جاتی ہے جنہیں کلمہ تک یاد نہیں ہوتا، یہ لوگ نہ نماز جانتے ہیں، نہ اُس کے فرائض نہ واجبات جانیں نہ اسلام کے عقائد پہچانیں، نہ دین کو جانیں، اس قسم کے لڑکوں اور لڑکیوں کے والدین یورپ کے طور طریق سب کچھ سکھاتے ہیں، کوٹ پتلون پہننا بتاتے ہیں، اپنے ہاتھ سے اُن کے گلوں میں ٹائی باندھتے ہیں، ناچ رنگ کے طریقے سمجھاتے ہیں، عورتیں بیاہ شادی کی رسمیں بتاتی ہیں، شرکیہ باتوں کی تعلیم دیتی ہیں اور اس طرح سے ماں باپ دونوں مل کر بچوں کا خون کر دیتے ہیں اور طرّہ یہ کہ اِن کو

دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا بچہ اور بچی موڈرن ہیں انگریز بن رہے ہیں، ترقی یافتہ لوگوں میں شمار ہونے لگے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اُن کی آخرت برباد ہو گئی، اعمالِ بد کے خوگر ہو گئے، اسلام سے جاہل رہ گئے۔

احادیث میں ارشاد ہوتا ہے :

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَہٗ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۲۳ بحوالہ ترمذی)

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے بچہ کو اَدب سکھائے تو بلاشبہ یہ اِس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلہ وغیرہ صدقہ کرے''۔

وَعَنْ اَیُّوْبَ بْنِ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَہٗ مِنْ نَّحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ. (مشکوۃ المصابیح ص ۴۲۳)

''حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی ایسی بخشش نہیں دی جو اچھے اَدب سے بڑھ کر ہو''۔

''ادب'' بہت جامع کلمہ ہے۔ انسانی زندگی کے طور طریق کو اَدب کہا جاتا ہے۔ زندگی گزارنے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں آتے ہیں، بندہ اللہ جل شانہٗ کے بارے میں جو عقائد رکھنے پر مامور ہے اور اللہ کے احکام پر چلنے کا جو ذمہ دار بنایا گیا ہے یہ وہ آداب ہیں جو بندے کو اللہ کے اور اپنے درمیان صحیح تعلق رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔ فرائض اور واجبات، سنن اور مستحبات وہ اُمور ہیں جن کے انجام دینے سے حقوق اللہ کی ادائیگی ہوتی ہے اور مخلوق کے ساتھ جو انسان کے تعلقات ہوتے ہیں اُن میں اِن احکام کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے جو مخلوق کی راحت رسانی سے متعلق ہیں، ان میں بھی واجبات اور مستحبات ہیں اور اِن کی تفصیل وتشریح بھی شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہے۔ یہ وہ آداب ہیں جن کا برتنا مخلوق کے لیے باعثِ راحت ورحمت ہے۔

خلاصہ یہ کہ لفظ اَدب کی جامعیت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو شامل ہے۔ یہ جو حضور اقدس ﷺ

نے فرمایا کہ اچھے اَدب سے بڑھ کر کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی بخشش نہیں دی، اس میں پورے دین کی تعلیم آجاتی ہے کیونکہ دینِ اسلام اچھے اَدب کی مکمل تشریح ہے۔ بہت سے لوگ لفظ اَدب کے معروف معنی لے کر اِس کا رواجی مطلب لے لیتے ہیں اور اُنہوں نے اُٹھنے بیٹھنے کے طریقوں تک ہی اَدب کا انحصار سمجھ رکھا ہے۔

حدیث میں یہ جو فرمایا کہ انسان اپنے بچہ کو اَدب سکھائے تو یہ اِس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلہ وغیرہ صدقہ کرے۔ اس میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ کہ صدقہ خیرات اگرچہ فی نفسہ بہت بڑی عبادت ہے (اگر اللہ کی رضا کے لیے ہو) لیکن اِس کا مرتبہ اپنی اولاد کی اصلاح پر توجہ دینے سے زیادہ نہیں ہے۔ بہت سے لوگوں کو اللہ جل شانہٗ نے مال دیا ہے، اُس میں سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور اولاد کی طرف سے پوری غفلت برتتے ہیں، مسکین آرہے ہیں گھر پر کھا رہے ہیں، غریبوں کی روٹی بندھی ہوئی ہے، مدرسہ اور مسجدوں میں چندہ جا رہا ہے لیکن اولاد بے اَدب، بداخلاق، بے دین بلکہ بددین بنتی چلی جا رہی ہے۔ صدقہ وخیرات کرنے پر خوش ہیں اور خوش ہونا بھی چاہیے لیکن اِس سے بڑھ کر عمل جو ہے جس کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے وہ اپنی اولاد کو ادب سکھانا ہے یعنی اللہ کے راستہ پر ڈالنا ہے، اس کے لیے فکرمند ہونا لازمی اَمر ہے، اس غفلت سے نسلیں کی نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

ماں باپ کا فریضہ ہے کہ بچوں کو دین سکھائیں اور دین کو سب سے زیادہ اہمیت دیں کیونکہ دین ہی آخرت کی ہمیشہ والی زندگی میں کام دینے والا ہے۔ بہت سے لوگ بچوں سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں مگر اُن کی یہ محبت صرف دُنیاوی آرام وراحت تک محدود رہتی ہے، اُن کی اصل ضرورت یعنی آخرت کی نجات اور موت کے بعد کے آرام وراحت کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ حلال مال سے حلال طریقے پر کھلانا پلانا اور پہنانا اچھی بات ہے لیکن انسان کی سب سے بڑی ضرورت آخرت کا آرام اور سکون ہے۔

بچوں کی خوشی کے لیے اُن کو غیر ضروری لباس بھی پہناتے ہیں، اُن کے لیے تصویریں مُورتیاں خرید کر لاتے ہیں اور اپنے گھروں کو اُن کی وجہ سے رحمت کے فرشتوں سے محروم رکھتے ہیں، اُدھار قرض کرکے اُن کی جائز ناجائز ضرورتوں اور شوقیہ زیب وزینت اور فیشن پر اچھی خاصی رقمیں خرچ کرتے ہیں لیکن اُن کو دین پر ڈالنے کی فکر نہیں کرتے۔ یہ بچوں کے ساتھ بہت بڑی دُشمنی ہے اگر دین نہیں تو آخرت کی تباہی ہوگی۔ وہاں کی تباہی کے سامنے دُنیا کی ذراسی چٹک مٹک اور چہل پہل کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اپنی اولاد کے سب سے بڑے محسن وہ

ماں باپ ہیں جو اپنی اولاد کو دینی علم پڑھاتے ہیں اور دینی اعمال پر ڈالتے ہیں۔ یہ علم نہ صرف اولاد کے لیے بلکہ خود اُن کے والدین کے لیے بھی قبر میں اور آخرت میں نفع مند ہوگا۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے اِنَّ النَّاسَ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَھُوْا یعنی لوگ سو رہے ہیں جب موت آئے گی تو بیدار ہوں گے۔

آخرت سے بے فکری کی زندگی گزارنے میں انسان کا نفس خوش رہتا ہے اور یہی حال بال بچوں اور دوسرے متعلقین کا ہے۔ اگر آخرت کی باتیں نہ بتاؤ اور کھلائے پلائے جاؤ دُنیا کا نفع پہنچائے جاؤ تو ہشاش بشاش رہتے ہیں اور اِس تغافل کو باعث نقصان نہیں سمجھتے لیکن جب آنکھیں بند ہوں گی اور قبر کی گود میں جائیں گے اور موت کے بعد کے حالات دیکھیں گے تو حیرانی سے آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی۔ عالمِ آخرت کی ضرورتیں اور حاجتیں جب سامنے ہوں گی تو غفلت پر رنج ہوگا اور حسرت ہوگی کہ کاش آج کے دن کے لیے خود بھی عمل کرتے اور اولاد کو بھی یہاں کی کامیابی کی راہ پر ڈالتے مگر اُس وقت حسرت بے فائدہ ہوگی۔

لوگوں کا یہ حال ہے کہ بچوں کو ہوش سنبھالتے ہی اسکول اور کالج کی نذر کر دیتے ہیں یا محنت ومزدوری پر لگا دیتے ہیں۔ نماز روزہ سکھانے اور بتانے اور دینی فرائض سمجھانے اور اُن پر عمل کرانے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ شادیاں ہو جاتی ہیں، باپ دادا بن جاتے ہیں لیکن بہت سوں کو کلمۂ طیبہ بھی صحیح یاد نہیں ہوتا، نماز میں کیا پڑھا جاتا ہے اِس سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ اَسّی اَسّی سال کے بوڑھوں کو دیکھا گیا ہے کہ دین کی موٹی موٹی باتیں بھی نہیں جانتے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ.

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

۷؍دسمبر کو جڑانوالہ کے تاجر جناب حاجی تاج دین صاحب مرحوم نوے برس کی عمر پا کر وفات پا گئے۔ مرحوم بہت نیک اور معاملات کے کھرے انسان تھے، بانی جامعہؒ کے بہت پرانے عقیدت مند تھے، بیعت کا تعلق شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے تھا۔ اہل ادارہ اُن کے خاندان کے ساتھ اِس غم میں برابر کے شریک ہیں اور دُعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

۳۰؍دسمبر کو محترم مولانا اشفاق خان صاحب کی جواں سالہ شادی شدہ صاحبزادی مختصر علالت کے بعد اچانک وفات پا گئیں۔ اللہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور اُن کے کم سن بچوں کی کفالت فرمائے، اہلِ ادارہ اِس موقع پر مولانا کے اِس غم میں برابر کے شریک ہیں۔

۱۰؍جنوری کو کراچی میں حضرت اقدس بانی جامعہؒ کی خالہ صاحبہ چھیاسی برس کی عمر پا کر وفات پا گئیں۔ مرحومہ نہایت پارسا ہر کسی کی خیر خواہ اور بے ضرر خاتون تھیں، مرحومہ دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر مدرس حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ کی ہمشیرہ تھیں، اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

گزشتہ ماہ چوہدری شریف صاحب طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔ مرحوم نہایت دیانتدار سرکاری افسر رہے، بانی جامعہؒ سے بہت زیادہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ جامعہ مدنیہ کے ابتدائی دَور کی تعمیرات میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیتے تھے اور ہمہ وقت راج مزدوروں کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر اُن کے اہلِ خانہ کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۸؍جنوری کو ممتاز دانشور ماہنامہ الرشید کے مدیر اور مکتبہ رشیدیہ کے مالک جناب حافظ عبدالرشید صاحب ارشد طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔ مرحوم بہت دانا اور دُور اندیش انسان تھے، علماء اور اہلُ اللہ سے خصوصی لگاؤ رکھتے تھے۔ اہلِ اِدارہ اُن کے پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اُن کی مغفرت کے لیے دُعا گو ہیں۔

✡

لاہور میڈیسن کے مالک جناب محترم غلام دستگیر صاحبؒ طویل علالت کے بعد گزشتہ ماہ کی ۱۹؍تاریخ کو وفات پا گئے۔ مرحوم سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگوں میں سے تھے۔ حضرت اقدسؒ بانی جامعہ مدنیہ جدید کے پرانے عقیدت منداور شاگرد تھے۔ ۱۹۶۴ء سے پہلے تک حضرتؒ سے صرف ونحو کے اسباق بھی پڑھتے رہے مگر یہ تعلیمی سلسلہ ابتدائی کتب تک ہی محدود رہا اور انتہاء تک نہیں پہنچ سکا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ آمین۔

✡

گزشتہ ماہ کے اخیر میں حضرت مولانا عزیر گل صاحب کاکا خیلؒ کے چھوٹے بیٹے مولانا زُہیر گل صاحب کاکا خیل کی اہلیہ محترمہ وفات پا گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

✡

جامعہ مدنیہ کے نوجوان فاضل مولانا محمد عمران صاحب کے ماموں ۲۴؍دسمبر کو دل کے عارضہ کی وجہ سے وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اُن کے چھوٹے چھوٹے بچوں کی کفالت فرمائے۔ آمین۔

اہلِ ادارہ تمام پسماندگان کی خدمت میں تعزیتِ مسنونہ پیش کرتے ہیں۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

✡ ✡ ✡

نبوی لیل و نہار

﴿ حضرت مولانا سعد حسن صاحب ٹونکی ؒ ﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات سفر میں :

☆ آنحضرت ﷺ سفر کے لیے خود روانہ ہوتے یا کسی اور کو روانہ فرماتے تو جمعرات کے روز کو روانگی کے لیے مناسب خیال فرماتے۔

☆ آپ ﷺ سفر میں سواری کو زیادہ تر تیز رفتاری سے چلانا پسند فرماتے اور جب دیکھتے کہ راستہ لمبا ہے تو رفتار اور تیز کر دیتے۔

☆ سفر میں کہیں پڑاؤ کر کے روانہ ہوتے تو عاداتِ طیبہ تھی کہ صبح کے وقت کُوچ فرماتے۔

☆ سفر میں آپ ﷺ کتنی ہی کم مدت کے لیے ٹھہرتے جب تک نماز دوگانہ ادا نہ فرمالیتے وہاں سے روانہ نہیں ہوتے۔

☆ جب آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے یا سفر میں کہیں منزل پر پڑاؤ کرتے تو جب تک نمازِ دوگانہ ادا نہ فرمالیتے، نہیں بیٹھتے۔

☆ شروع رات میں اگر کسی جگہ منزل کر کے آرام فرماتے تو سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی پر سیدھا رُخسار رکھ کر سیدھی کروٹ آرام فرماتے۔

☆ اگر پچھلی رات کہیں پڑاؤ کرتے تو سیدھے ہاتھ کو کُہنی کے بَل کھڑا کر کے اُس کی ہتھیلی پر اپنا سر مبارک رکھ کر آرام فرماتے۔

☆ جب کوئی مسافر سفر سے واپس آتا اور خدمتِ اقدس میں حاضری دیتا تو اُس سے معانقہ کرتے اور اُس کی پیشانی پر بوسہ دیتے۔

☆ جب کسی کو سفر کے لیے رُخصت فرماتے تو اُس سے دُعا کا مطالبہ فرماتے اور اِرشاد ہوتا کہ ''بھائی ہم کو اپنی دُعا میں مت بھولنا''۔

☆ جب آپ ﷺ کسی سفر سے واپس ہوتے تو رات کے وقت گھر میں ہرگز تشریف نہیں لے جاتے بلکہ راستہ میں کہیں ٹھہر جاتے اور پھر صبح کے وقت دولت خانہ میں قدم رنجہ فرماتے۔

☆ سفر میں آپ ﷺ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ہوتے اور کوئی کام سب کو کرنا ہوتا (مثلاً کھانا وغیرہ پکانا) تو آپ ﷺ کام کاج میں ضرور حصہ لیتے۔ مثلاً ایک پڑاؤ پر سب اصحاب نے کھانا پکانے کا اِرادہ کیا اور ہرایک نے ایک کام اپنے ذمہ لیا تو حضور اقدس ﷺ نے لکڑیاں چُن کرلانے کا کام اپنے ذمہ لیا۔

☆ سفر سے واپسی پر عادتِ طیبہ تھی کہ سیدھے گھر میں تشریف نہیں لے جاتے بلکہ پہلے مسجد میں جا کر نمازِ دوگانہ ادا فرماتے اور پھر گھر میں تشریف لے جاتے۔

☆ سفر سے تشریف لاتے اور شہر میں آ کر بچے راستہ میں ملتے تو اُن کو آپ ﷺ اپنی سواری پر بٹھاتے۔ چھوٹے بچے کو اپنے آگے بٹھاتے اور بڑے کو اپنے پیچھے۔

☆ جب آپ ﷺ سفر میں جاتے یا جہاد کے لیے، تو ہر روز اصحاب میں سے ایک صحابی اپنے ہمراہ سواری پر بٹھاتے۔

☆ جب آنحضرت ﷺ سفر کے لیے روانہ ہوتے اور سواری پر اچھی طرح بیٹھ جاتے تو تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے اور پھر یہ الفاظ دُعا کے زبان مبارک پر ہوتے :

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَفَرَنَا ھٰذَا وَاَطْوِعَنَّا بُعْدَ الْاَرْضِ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَۃُ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ .

اور جب آنحضرت ﷺ سفر سے واپس ہوتے تو یہی دُعا پڑھتے۔ مگر اس کے ساتھ یہ الفاظ اور بڑھا دیتے اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ .

☆ جب کسی بلندی پر سواری چڑھتی تو تین مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے اور یہ فرماتے اَللّٰھُمَّ لَکَ الشَّرْفُ عَلٰی کُلِّ شَرْفٍ وَلَکَ الْحَمْدُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ.

☆ جب کسی بستی میں سواری اُترتی تو تین مرتبہ فرماتے سُبْحَانَ اللّٰہِ .

☆ رکاب میں پاؤں رکھتے وقت فرماتے بِسْمِ اللّٰہِ.

☆ اگر آپ ﷺ کو سفر میں رات ہو جاتی تو آپ ﷺ دُعا کے یہ الفاظ ارشاد فرماتے :

یَا اَرْضُ رَبِّیْ وَرَبُّكِ اللّٰہُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِیْكِ وَشَرِّ مَا یَدُبُّ عَلَیْكِ وَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اَسَدٍ وَّاَسْوَدَ وَمِنَ الْحَیَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِی الْبَلَدِ وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ .

☆ جس شہر یا گاؤں میں آپ ﷺ کے قیام کا اِرادہ ہوتا اور آپ ﷺ اُس کو دور سے دیکھ لیتے تو زبانِ مبارک پر یہ الفاظ ہوتے اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْھَا (تین مرتبہ کہتے) اور جب اس میں داخل ہونے لگتے تو فرماتے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحَ اَھْلِھَا اِلَیْنَا .

☆ جب آپ ﷺ کسی شخص کو سفر کے لیے رُخصت فرماتے تو یہ الفاظ زبانِ مبارک پر ہوتے اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِكَ .

☆ آنحضرت ﷺ جب کسی سفر سے واپس ہوتے اور اپنے گھر والوں میں تشریف لے جاتے تو فرماتے تَوْبًا تَوْبًا لِرَبِّنَا اَوْبًا لَایُغَادِرُ عَلَیْنَا حَوْبًا . ✿ ✿ ✿

بسلسلہ اصلاحِ خواتین

عورتوں سے متعلق حضور ﷺ کے اِرشادات

﴿ ازافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت پانچ وقت کی نماز پڑھتی رہے وہ رمضان کے روزے رکھ لیا کرے اور اپنی آبرو کی حفاظت رکھے اور اپنے خاوند کی تابعداری کرے تو ایسی عورت جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے۔

☆ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلانی عورت کثرت سے نفل نمازیں اور روزے اور خیر خیرات کرتی ہے لیکن زبان سے پڑوسیوں کو تکالیف بھی پہنچاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ دوزخ میں جائے گی۔ پھر اُس شخص نے عرض کیا کہ فلانی عورت نفل نمازیں اور روزے اور خیرات کچھ زیادہ نہیں کرتی یونہی کچھ پنیر کے ٹکڑے دے دِلا دیتی ہے لیکن زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جنت میں جائے گی۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی عورت کا اپنے گھر میں گرستی کرنا جہاد کے رُتبہ کو پہنچتا ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عورتو! میں نے تم کو دوزخ میں بہت دیکھا ہے۔ عورتوں نے پوچھا اِس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا تم پھٹکار سب چیزوں پر بہت ڈالا کرتی ہو (یعنی لعن طعن کرتی ہو، کوستی ہو) اور شوہر کی ناشکری بہت کرتی ہو، اور اُس کی دی ہوئی چیزوں کی بہت ناقدری کرتی ہو۔

☆ حضرت اسماء بنتِ یزید انصاریہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں عورتوں کی فرستادہ آپ کے پاس آئی ہوں (یعنی عورتوں نے مجھے یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ) مرد جمعہ اور جماعت اور عیادت مریض اور حضورِ جنازہ اور حج وعمرہ اور اسلامی سرحد کی حفاظت کی بدولت ہم پر فوقیت لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو واپس جا اور عورتوں کو خبر کردے کہ تمہارا اپنے شوہر کے لیے بناؤ سنگار کرنا یا حق شوہری ادا کرنا اور شوہر کی رضامندی کا لحاظ رکھنا اور شوہر کے موافق مرضی کا اِتباع کرنا، یہ سب اُن اعمال کے برابر ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسی عورت پر اللہ کی رحمت نازل ہو جو رات کو اُٹھ کر تہجد پڑھے اور

اپنے شوہر کو بھی جگائے کہ وہ بھی نماز پڑھے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب عورتوں سے اچھی وہ عورت ہے کہ جب شوہر اُس کی طرف نظر کرے تو وہ اُس کو خوش کر دے اور جب وہ اُس کو کوئی حکم دے تو وہ اُس کی اِطاعت کرے اور اپنی جان اور مال میں اُس کو ناخوش کر کے اُس کی مخالفت نہ کرے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی عورت اپنے شوہر کو دُنیا میں کچھ تکلیف دیتی ہے تو جنت میں وہ حور جو اُس شوہر کو ملے گی وہ کہتی ہے کہ خدا تجھے غارت کرے وہ تیرے پاس مہمان ہے جلد ہی ہمارے پاس چلا آئے گا۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے اچھی وہ عورت ہے جو اپنی عزت آبرو کے بارے میں پارسا ہو اور اپنے خاوند پر عاشق ہو۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اُس عورت کو پسند کرتا ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ تو محبت اور لاگ کرے اور غیر مرد سے اپنی حفاظت کرے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عورت دُوسری عورت سے اِس طرح نہ ملے کہ اپنے خاوند کے سامنے اُس کا حال اِس طرح کہنے لگے جیسے وہ اُس کو دیکھ رہا ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخی عورتیں جن کو میں نے دیکھا نہیں میرے زمانہ کے بعد پیدا ہوں گی کہ کپڑے پہنے ہوں گی اور ننگی ہوں گی۔ یعنی نام کو بدن پر کپڑا ہوگا لیکن کپڑا اِس قدر باریک ہوگا کہ تمام بدن نظر آئے گا اور اِترا کر بدن کو مٹکا کر چلیں گی اور بالوں کے اندر موباف یا کپڑا دے کر بالوں کو لپیٹ کر اِس طرح باندھیں گی کہ جس میں بال بہت سے معلوم ہوں جیسے اُونٹ کا کوہان ہوتا ہے، ایسی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی بلکہ اُس کی خوشبو بھی اُن کو نصیب نہ ہوگی۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت زیور دِکھلاوے کے لیے پہنے گی (قیامت میں) اُسی سے اُس کو عذاب دیا جائے گا۔

☆ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تشریف رکھتے تھے، آپ نے ایک آواز سنی جیسے کوئی کسی پر لعنت کر رہا ہو۔ آپ نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ فلانی عورت ہے جو اپنی سواری کی اُونٹنی پر لعنت

کر رہی ہے، وہ اُونٹنی چلنے میں کمی کرتی ہوگی۔ اُس عورت نے چلا کر کہہ دیا ہوگا تجھے خدا کی مار ہو (لعنت ہو) جیسا کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے (کوسنے اور لعنت کرنے کی)۔ آپ نے حکم دیا کہ اُس عورت کو اور اُس کے سامان کو اُس کی اونٹنی پر سے اُتار دو۔ یہ اُونٹنی تو اُس عورت کے نزدیک لعنت کے قابل ہے پھر اُس کو کام میں کیوں لاتی ہے (حضور ﷺ نے اصلاح اور تنبیہ کے واسطے ایسا فرمایا کہ جس چیز کو کام میں لاتی ہے اُسی کو لعن طعن کرتی ہے)۔

☆ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک عورت نے بخار کو برا کہا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بخار کو بُرا مت کہو! اِس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ بین کر کے رونے والی عورت (یعنی نوحہ کرنے والی اور چیخ کر چلاّ کر رونے والی عورت) اگر توبہ نہ کرے گی تو قیامت کے روز اِس حالت میں کھڑی کی جائے گی کہ اُس کے بدن پر کرتہ کی طرح ایک روغن لپیٹا جائے گا جس میں آگ بڑی جلدی لگتی ہے، اور کرتہ ہی کی طرح پورے بدن میں خارش بھی ہوگی یعنی اِس کو دو طرح کا عذاب ہوگا۔ خارش سے پورا بدن نوچ ڈالے گی اور دوزخ کی آگ الگ لگے گی۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسی اپنی پڑوسن کی بھیجی ہوئی چیز کو حقیر اور ہلکا نہ سمجھے چاہے بکری کا کُھر ہی کیوں نہ ہو۔ (کسوۃ النساء بہشتی زیور ص ۴۶۹)

فائدہ : بعض عوتوں میں یہ عادت بہت ہوتی ہے کہ دوسرے کے گھر سے آئی ہوئی چیز حقیر سمجھتی ہیں، طعنہ دیتی ہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہوا تھا جس نے اس کو پکڑ کر باندھا تھا، نہ اُس کو کھانے کو دیا نہ اُس کو چھوڑا، یوں ہی تڑپ تڑپ کر مرگئی۔

فائدہ : اسی طرح جانور پال کر اُس کے کھانے پینے کی خبر نہ لینا عذاب کی بات ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بعض مرد اور عورتیں ساٹھ برس تک خدا کی عبادت کرتے ہیں پھر جب موت کا وقت آتا ہے تو شریعت کے خلاف وصیت کر کے دوزخ کے قابل ہوجاتے ہیں (مثلاً یہ کہ فلاں وارث کو اتنا مال دے دینا)۔

تنبیہ : وصیت کے مسئلے کسی عالم سے پوچھ کر اُس کے موافق عمل کرے کبھی اُس کے خلاف نہ کرے۔

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، مدرس جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

تین چیزیں جو اِیمان کی حلاوت پیدا کرنے والی ہیں :

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ " ثَلٰثٌ مَّنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ بِھِنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ، مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَاَنْ یُّحِبَّ الْمَرْأَ لَایُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَاَنْ یَّکْرَہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ مِنْہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ " (بخاری ج ا ص ۷. مسلم ج ا ص ۴۹ واللفظ لمسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا! جس شخص میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ اِن کی وجہ سے ایمان کی حلاوت ولذت پائے گا، اوّل یہ کہ اِسے اللہ اور اُس کے رسول کی محبت دُنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو، دوسرے یہ کہ جب کسی سے محبت کرے تو صرف اور صرف اللہ (کی رضا وخوشنودی) کے لیے کرے، تیسرے یہ کہ جب اُسے اللہ نے کفر (کے اندھیرے) سے نکال (کر ایمان واسلام کی روشنی سے نواز) دیا تو اب وہ اسلام سے پھر جانے کو اُتنا ہی ناپسند کرے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو۔

ف : اس حدیث پاک میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ایمان کی حقیقی لذت کا ذائقہ وہی شخص چکھ سکتا ہے جس کا قلب وجگر اِن رُوحانی صفات سے منور ہو اور وہ رُوحانی طور پر تندرست ہو، گویا ایمان کی حلاوت پانے کے لیے رُوحانی صحت لازمی ہے جس کی صورت یہی ہے کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول اللہ ﷺ کی محبت میں ایسا سرشار ہو کہ ہر چیز سے زیادہ اُسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت ہو اور اُس محبت کا اُس کے دل پر ایسا اثر ہو کہ وہ اگر کسی اور سے محبت بھی کرے تو اللہ ہی کے لیے کرے اور اللہ کا دین اُس کو اتنا عزیز اور پیارا ہو کہ اِس سے پھرنے اور اِس کو چھوڑنے کا خیال اِس کے لیے آگ میں گر جانے کے برابر تکلیف دہ ہو۔ جس شخص کو حلاوتِ ایمان نصیب ہو جاتی ہے اُس کے لیے اللہ کے حکموں پر چلنا اور اُس کی منع کردہ چیزوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ اُسے ہر طاعت وعبادت میں لذت اور سکون ملتا ہے اِسی کے ساتھ ساتھ اُس کے لیے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت میں پیش آنے والی تکالیف اور صعوبتوں کا تحمل بھی آسان ہو جاتا ہے۔

تین قسم کے لوگوں کے لیے دُگنا اجر ہے :

" عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَۃٌ یُّؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَّرَّتَیْنِ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِیِّہٖ وَاَدْرَکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاٰمَنَ بِہٖ وَا تَّبَعَہٗ وَصَدَّقَہٗ فَلَہٗ اَجْرَانِ . وَعَبْدٌ مَّمْلُوْکٌ اَدّٰی حَقَّ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَحَقَّ سَیِّدِہٖ فَلَہٗ اَجْرَانِ . وَرَجُلٌ کَانَتْ لَہٗ اَمَۃٌ فَغَذَاھَا فَاَحْسَنَ غِذَائَھَا ثُمَّ اَدَّبَھَا فَاَحْسَنَ اَدَبَھَا ثُمَّ اَعْتَقَھَا وَتَزَوَّجَھَا فَلَہٗ اَجْرَانِ ".

(بخاری شریف ج ۱ ص ۴۲۲ مسلم شریف ج ۱ ص ۸۶ واللفظ لمسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں دُگنا اجر ملے گا۔(ایک) اہل کتاب کا وہ شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور نبی اکرم ﷺ کو پا کر آپ پر بھی ایمان لایا، آپ کی اتباع وتصدیق کی اِس کے لیے دو اجر ہیں۔(دوم) وہ مملوک غلام جس نے اللہ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقا کا حق بھی ادا کیا، اِس کے لیے بھی دو اجر ہیں۔(سوم) وہ شخص جس کے پاس باندی تھی اُس نے اُسے اچھی طرح کھلایا پلایا پھر اُسے خوب اچھی طرح ادب سکھلایا پھر اُسے آزاد کر کے اُس سے شادی کر لی اِس کے لیے بھی دو اجر ہیں۔

ف : اس حدیثِ پاک میں تین قسم کے لوگوں کو دُگنے اجر کی بشارت دی گئی ہے۔(۱) وہ یہودی یا نصرانی جو پہلے اپنے نبی پر ایمان رکھتا تھا پھر نبی علیہ السلام کا زمانہ پا کر آپ پر ایمان لایا اُسے ایک تو سابقہ نبی پر ایمان لانے کا اجر ملے گا دوسرے نبی علیہ السلام پر ایمان لانے کا اجر ملے گا اِس لیے اِس کا اجر دُگنا ہوگیا۔(۲) وہ غلام جس نے اللہ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقا کا حق بھی ادا کیا۔اسے ایک تو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کا اجر ملے گا دوسرے اپنے آقا و مالک کے حق ادا کرنے کا اجر ملے گا اِس لیے اس کا اجر بھی دُگنا ہوگیا۔(۳) وہ شخص جس کے پاس باندی تھی اُس نے اِس باندی کو اچھی طرح کھلایا پلایا بھی اُس کی اچھی تادیب بھی کی یعنی اُسے بہتر طریقے سے تعلیم وتربیت دی پھر اُسے آزاد کر کے شادی کر لی۔اِسے ایک تو اُس باندی کے کھلانے پلانے اور تعلیم وتربیت دینے کا اجر ملے گا دوسرے اِسے آزاد کر کے اُس سے شادی کر لینے کا اجر ملے گا اس لیے اس کا اَجر بھی دُگنا ہوگیا۔

تین باتیں ایمان کی اصل اور جڑ ہیں :

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ثَلٰثٌ مِّنْ اَصْلِ الْاِیْمَانِ، اَلْکَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا تُکَفِّرْهُ بِذَنْبٍ وَلَا تُخْرِجْهُ مِنَ الْاِسْلَامِ بِعَمَلٍ، وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِیَ اللّٰهُ اِلٰی اَنْ یُّقَاتِلَ اٰخِرُ اُمَّتِی الدَّجَّالَ لَا یُبْطِلُهٗ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ وَالْاِیْمَانُ بِالْاَقْدَارِ " (ابوداؤد ۳۴۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : تین باتیں ایمان کی اصل اور جڑ ہیں: (۱) جو شخص لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرلے اُس سے جنگ ومخاصمت ختم کردینا، اب کسی گناہ کی وجہ سے اُسے کافرمت کہو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اُس پر اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ لگاؤ۔ (۲) (اِس بات کا اعتقاد رکھنا کہ) جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے، جہاد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جاری رہے گا یہاں تک کہ میری اُمت کا آخری شخص دجال سے قتال نہ کرلے، کسی عادل (بادشاہ) کے عدل یا کسی ظالم کے ظلم کا بہانہ بنا کر جہاد ختم نہیں کیا جاسکتا۔ (۳) قضاوقدر پر ایمان لانا۔

ف : اس حدیث پاک میں تین باتوں کو ایمان کی اصل اور جڑ قرار دیا گیا ہے۔ پہلی بات یہ کہ جو شخص لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرلے اُس سے تعرض نہ کیا جائے۔ نہ تو اُسے کسی گناہ کی وجہ سے کافر کہا جائے جیسا کہ خوارج کا طریقہ ہے اور نہ کسی بدعملی کی وجہ سے اُسے اسلام سے خارج قرار دیا جائے جیسا کہ معتزلہ کا وطیرہ ہے۔ ایک زمانہ میں ایسا تھا کہ خوارج اور معتزلہ معمولی معمولی گناہ اور بدعملی پر لوگوں کو کافر اور اسلام سے خارج قرار دیدیتے تھے، افسوس کہ اب اِس روش کو موجودہ دور کے کچھ مسلمان کہلانے والوں نے اپنا لیا ہے اور وہ کفر سازی کے کارخانے چلانے لگے ہیں اور اپنے مکتبہ فکر کے علاوہ دوسرے تمام مسلمانوں کو بے دریغ کافر قرار دے رہے ہیں، ایسے لوگوں کو اس حدیث کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھنا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ اِس کا اعتقاد رکھا جائے کہ جہاد ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا یہاں تک کہ دجال مارا جائے، جہاد کو کسی بادشاہ کے عدل کا بہانہ بنا کر یا کسی ظالم کے ظلم کا بہانہ بنا کر ختم نہیں کیا جاسکتا۔ تیسری بات تقدیر پر ایمان رکھنا ہے یعنی اِس بات کا یقین رکھنا ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہورہا ہے اور جو بھی حادثات وواقعات پیش آتے ہیں وہ بس قضاء وقدر کے تحت پیش آتے ہیں۔ ☆☆☆

دینی مسائل

﴿ نفل نماز کے احکام ﴾

(۷) صلوٰۃ التسبیح :

اس کا حدیث شریف میں بڑا ثواب آیا ہے۔حضرت محمد ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا کہ اس کے پڑھنے سے تمہارے سب گناہ اگلے پچھلے، نئے پرانے، چھوٹے بڑے معاف ہو جائیں گے۔اور فرمایا تھا کہ اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دفعہ پڑھ لیا کرو اگر ہر ہفتہ نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں پڑھ لیا کرو، اگر ہر مہینے میں بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک دفعہ پڑھ لو، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ پڑھ لو۔

اس نماز کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور سبحانک اللھم اور الحمد اور سورت جب سب پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے ہی پندرہ دفعہ یہ دعا پڑھے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پھر رکوع میں جائے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہنے کے بعد دس دفعہ پھر یہی پڑھے، پھر رکوع سے اٹھے اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کے بعد پھر دس مرتبہ پڑھے، پھر سجدہ میں جائے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنے کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے، پھر سجدہ سے اُٹھ کے دس دفعہ پڑھے، اِس کے بعد دوسرا سجدہ کرے۔اس میں بھی دس دفعہ پڑھے، پھر سجدہ سے اُٹھ کے بیٹھے اور دس دفعہ پڑھ کے دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔اسی طرح دوسری رکعت پڑھے اور جب دوسری رکعت میں التحیات کے لیے بیٹھے تو پہلے وہی دعا دس دفعہ پڑھے تب التحیات پڑھے۔اس طرح چار رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں پچھتر بار، کل تین سو بار (۳۰۰) ہوا۔

مسئلہ : اگر کوئی اس تسبیح میں وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا اضافہ بھی کر لے تو یہ اور بہتر ہے۔

مسئلہ : ان چاروں رکعتوں میں جو سورت چاہے پڑھے کوئی سورت مقرر نہیں۔

مسئلہ : اگر کسی رکن میں تسبیحات بھول کر کم پڑھی گئیں یا بالکل ہی چھوٹ گئیں تو اگلے رُکن میں اُن بھولی ہوئی تسبیحات کو بھی پڑھ لے۔مثلاً رکوع میں دس مرتبہ تسبیح پڑھنا بھول گیا اور سجدہ میں یاد آیا تو سجدہ میں یہ بھولی ہوئی دس بھی پڑھے اور سجدہ کی دس بھی پڑھے۔بس یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ ایک رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح

پڑھی جاتی ہے اور چاروں رکعتوں میں تین سو مرتبہ۔ اس لیے اگر چاروں رکعتوں میں تین سو کا عدد پورا ہو گیا تو انشاء اللہ صلوٰۃ التسبیح کا ثواب ملے گا۔ اور اگر چاروں رکعتوں میں بھی تین سو کا عدد پورا نہ ہو سکا تو پھر یہ نماز عام نفل ہو جائے گی صلوٰۃ التسبیح نہ رہے گی۔

مسئلہ : اگر صلوٰۃ التسبیح میں کسی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہو گیا تو سہو کے دونوں سجدوں میں اور انکے بعد کے قعدہ میں تسبیحات نہ پڑھی جائیں گی، تسبیحات کے بھول کر چھوٹ جانے یا کم ہو جانے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

(۸) سفر کے نفل :

جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اُس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت گھر میں پڑھ کر سفر کرے اور جب سفر سے آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لے، اِس کے بعد اپنے گھر جائے۔ اَحادیث میں اِس کی فضیلت آئی ہے۔

(۹) اِستخارہ کی نماز :

مسئلہ : جب کوئی کام کرنے کا اِرادہ کرے تو اللہ تعالیٰ سے صلاح لے لے اِس صلاح لینے کو استخارہ کہتے ہیں۔ حدیث میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صلاح نہ لینا اور استخارہ نہ کرنا بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے۔ کہیں منگنی کرے یا بیاہ کرے یا سفر کرے یا کوئی اور کام کرے تو استخارہ کیے بغیر نہ کرے۔ انشاء اللہ کبھی اپنے کیے پر پشیمان نہ ہوگا۔

مسئلہ : اِستخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے اس کے بعد خوب دل لگا کے دعا پڑھے اور اول و آخر میں حمد و ثناء اور درود شریف پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ .

اور جب '' ھٰذَا الْاَمْرُ '' پر پہنچے جس لفظ پر لکیر بنی ہے تو اُس کے وقت اُسی کام کا تصور کرے جس کے لیے استخارہ کرنا چاہتا ہے،اس کے بعد پاک صاف بچھونے پر قبلہ کی طرف منہ کر کے باوضو سوجائے، جب سوکر اُٹھے اُس وقت جو بات دِل میں مضبوطی سے آئے وہی بہتر ہے اُسی کو کرنا چاہیے۔

مسئلہ : اگر ایک دن میں کچھ معلوم نہ ہو اور دِل کا خلجان اور تردد نہ جائے تو دوسرے دن پھر ایسا ہی کرے،اسی طرح سات دن تک کرے۔انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کی اچھائی برائی معلوم ہوجائے گی۔

مسئلہ : استخارہ کے لیے خواب دکھائی دینا ضروری نہیں لیکن کبھی خواب دیکھنے سے بھی اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کام موافق ہو تو خواب میں وہ کام تکمیل کو پہنچا ہوا دکھائی دے یا خواب میں کوئی شخص یہ بتائے کہ استخارہ ٹھیک آیا ہے یا خواب میں کوئی سفید یا سبز چیز نظر آئے یا رَواں پانی یا کوئی نورانی چیز دکھائی دے۔

موافق نہ ہونے کی یہ صورتیں ہیں کہ خواب میں اُسے وہ کام کرنے سے روک دیا جائے یا خواب میں وہ کام نہ ہوتا ہوا دکھائی دے یا خواب میں سرخ یا سیاہ چیز دکھائی دے یا آگ یا دھواں یا لڑائی دیکھے۔

مسئلہ : اگر کوئی نیک کام کرنا ہو مثلاً حج کے لیے جانا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے کہ میں جاؤں یا نہ جاؤں بلکہ یوں استخارہ کرے کہ فلاں دن جاؤں یا نہ جاؤں۔

استخارہ کی حقیقت :

استخارہ ایک دُعا ہے کہ اے اللہ اگر یہ معاملہ میرے لیے خیر ہو تو میرے دِل کو متوجّہ کر دے اور اس میں میرے لیے خیر کر دے۔ ورنہ میرے دل کو اس سے ہٹا دے اور جو میرے لیے خیر ہو وہ عطا کر دے۔ پھر اس کے بعد اگر اس طرف دل متوجہ ہو تو گمان غالب رکھنا چاہیے کہ اس میں خیر ہے خواہ مطلوب حاصل ہو یا نہ ہو۔ مطلوب حاصل نہ ہونے کا خیر ہونا اس کے آثار خیر کے اعتبار سے ہے کہ دنیا میں اس کا نعم البدل ملے گا یا آخرت میں صبر کا اجر ملے گا وغیرہ۔ اور استخارہ نہ کرنے میں مجموعی طور پر اس خیر کا وعدہ نہیں خواہ مطلوب کُل کا کُل یا اس کا کچھ حصہ عطا ہو ہی جائے۔ پس استخارہ کا فائدہ تسلی ہے کہ ہم کو ضرور خیر عطا ہوگی۔

استخارہ کرنے اور نہ کرنے کے آثار میں جو فرق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ استخارہ اگر مؤثر ہوا تو اس کے بعد دِل میں ایسی چیز نہ آئے گی جس میں بے احتیاطی ہو جبکہ استخارہ نہ کرنے کی صورت میں ایسی چیز کے آنے کا اِحتمال ہے کہ کچھ غور کرنے سے اس کا نقصان دہ ہونا معلوم ہوسکتا تھا مگر اس نے غور نہیں کیا اور بے احتیاطی سے اس

کو اختیار کر لیا۔ اور جب اپنے ہاتھوں نقصان کو اختیار کیا جائے تو اس میں خیر کا وعدہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے استخارہ کرنے والے کو ہر حال میں اپنے کیے پر اطمینان رہتا ہے ندامت نہیں ہوتی۔ غرض استخارہ میں کامیابی کا وعدہ نہیں بلکہ حصول خیر کا وعدہ ہے خواہ خیر ظاہری ہو یا خیر باطنی ہو۔

(۱۰) نمازِ توبہ :

مسئلہ : اگر کوئی بات خلاف شرع ہو جائے تو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑگڑا کر اس سے توبہ کرے اور اپنے کیے پر پچھتائے اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرائے اور آئندہ کے لیے پکا ارادہ کرے کہ اب کبھی نہ کروں گا اس سے بفضل خدا وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

(۱۱) نمازِ قتل :

مسئلہ : جب کوئی مسلمان قتل کیا جاتا ہو تو اُس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تاکہ یہی نماز و استغفار دُنیا میں اس کا آخری عمل رہے۔

حدیث : ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے چند قاریوں کو قرآن مجید کی تعلیم کے لیے کہیں بھیجا تھا۔ اثناء راہ میں کفارِ مکہ نے انہیں گرفتار کر لیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے سوا اور سب کو وہیں قتل کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مکہ لے جا کر بڑی دھوم اور بڑے اہتمام سے شہید کیا، جب یہ شہید ہونے لگے تو اُن لوگوں سے اِجازت لے کر دو رکعت نماز پڑھی، اُس وقت سے یہ نماز مستحب ہوگئی۔

(۱۲) نمازِ حاجت :

جب کوئی حاجت اور ضرورت پیش آئے تو مستحب ہے کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے۔ بہتر ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد پڑھے ورنہ مکروہ وقت کو چھوڑ کر کسی بھی وقت پڑھ لے، پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور نبی ﷺ پر درود پڑھے پھر یہ دعا پڑھے، اسکے بعد جو حاجت ہو اُس کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرے۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .

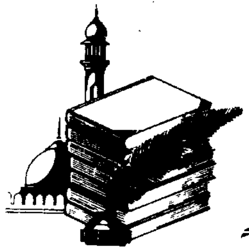

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : معارفُ الکافیة وعوارف الجامی (عربی۔۲جلد)

تالیف : مولانا رشید احمد درشخیلوی

صفحات : ۹۶۰

سائز : ۸/۳۰×۲۰

ناشر : مدرسہ عربیہ قاسم العلوم، درشخیلہ بالا، چیناله مٹہ، سوات

فن نحو میں علامہ ابن حاجبؒ کی ''کافیہ'' اپنے اختصار اور جامعیت کی وجہ سے اور علامہ عبدالرحمٰنؒ کی ''شرح جامی'' نحو کی باریکیاں اور فلاسفی کے بیان کی وجہ سے بے مثال کتابیں شمار کی جاتی ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنی اہمیت کی وجہ سے درس نظامی میں شامل اور مدارس عربیہ میں داخل درس ہیں۔ ماہرینِ فن نحو ہر دور میں اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان دونوں کتابوں کی شروحات لکھتے رہے ہیں، ہمارے پیش نظر کتاب ''**معارفُ الکافیة وعوارف الجامی**'' بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب میں مصنف علام نے ''کافیہ'' کی شرح اس انداز سے کی ہے کہ اِسی کے ساتھ ساتھ ''شرح جامی'' کی بھی شرح ہو جاتی ہے۔

موصوف نے اپنی شرح میں وہ اسرار و رموز ذکر کیے ہیں جو محققین کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں اور ان اسرار و رموز کو سہل کرنے کے لیے سوال و جواب کا انداز اپنایا ہے۔ مصنف موصوف نے اس شرح میں جہاں ضرورت پڑی فن منطق اور فن عروض، علم معانی و بیان وغیرہ کے مسائل کو بھی حل کیا ہے۔ انداز بیان آسان اور سہل ہے، دو جلدوں میں ابھی تک صرف ''معرب'' تک کی شرح آئی ہے، مصنف کا ارادہ تکمیل کا ہے، کتاب کے شروع میں ایک وقیع مقدمہ دیا گیا ہے جس میں علوم شریعت کی اہمیت اور فن منطق و فلسفہ کی ضرورت کو بیان کیا گیا ہے،

کتاب اپنے موضوع پر ایک عمدہ کاوِش ہے، علماء وطلباء کو اِس سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔

نام کتاب : امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ (حیات وخدمات)

تصنیف : پروفیسر محمد عبدالحی فاروقی زیدمجدہم

صفحات : ۷۷۲

سائز : ۲۳x۳۶/۱۶

ملنے کے پتے : کتب خانہ عزیزیہ اُردو بازار دہلی، ربانی بک ڈپو، کٹرہ شیخ چاند دہلی

علمی و دینی حلقوں میں امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۹۶۲ء) کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، آپ اپنی اعلیٰ علمی صلاحیتوں اور عملی جدوجہد کی بناء پر علماء ومشائخ میں امتیازی مرتبہ و مقام کے حامل تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا جس سے کام لیتے ہوئے آپ زندگی بھر باطل کے خلاف چومکھی لڑائی لڑتے رہے، آپ نے افراد سازی کے ساتھ ساتھ ذہن سازی کی طرف خصوصی توجہ فرمائی جس کے نتیجہ میں آپ کے قلمِ حقیقت رقم سے بہت سی قیمتی کتابیں نکلیں اور بہت سی ضخیم اور اہم کتابوں کے تراجم شائع ہوئے۔

حضرت مولاناؒ کی زندگی تحریک مسلسل اور سعی پیہم سے عبارت تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کی ذات بابرکات سے تن تنہا وہ کام انجام پائے جن کا کسی جماعت سے انجام پانا بھی مشکل نظر آتا ہے۔ حضرت مولانا لکھنویؒ کی زندگی کے نایاب گوشے اور عظیم پہلو پردۂ خفا میں تھے جن کا سامنے آنا ضروری تھا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے پروفیسر عبدالحی صاحب زیدمجدہم کو کہ آپ نے اپنے جدِ امجد کی ضخیم سوانح مرتب فرما کر حضرت مولاناؒ کی ہمہ جہت شخصیت کے تمام گوشوں کو خوبصورت انداز میں اُجاگر کر دیا۔ پروفیسر صاحب نے اپنی اس کتاب کو ستائیس ابواب میں منقسم کیا ہے جن کے تحت حضرت مولانا لکھنویؒ کے حالاتِ زندگی اور آپ کی دینی وملی خدمات بسط وتفصیل کے ساتھ آگئی ہیں۔ اندازِ نگارش نہایت عمدہ ہے اور کتاب اپنی معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری خوبیوں سے بھی آراستہ ہے، عوام وعلماء بالخصوص حضرت لکھنویؒ کی تحریک سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے یہ کتاب خاصے کی چیز ہے۔

نام کتاب : جمال محمد ﷺ کا دِلربا منظر۔رُوئے زیبا کی تابانیاں، ماہتاب نبوت کی ضوء افشانیاں، آفتاب نبوت کی ضیاء پاشیاں

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات : ۷۷۴

سائز : ۲۳x۳۶/۱۶

ناشر : القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہؓ، خالق آباد نوشہرہ

معروف عالم اور قلمکار مولانا عبدالقیوم حقانی زید مجدہم نے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ کی ''شمائل'' کی اُردو شرح دو ضخیم جلدوں میں مرتب کی تھی جس میں شرح وبسط سے کام لیا تھا۔ مولانا نے یہ خیال فرما کر کہ شاید یہ شرح ہر ایک کی دسترس میں نہ آسکے، اُس کو چند اجزاء میں تقسیم فرمادیا، زیرِ تبصرہ چاروں کتابیں اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ مولانا کا اِرادہ آٹھ اجزاء کی ترتیب کا ہے۔

پہلی کتاب ''جمال محمد ﷺ کا دلربا منظر'' میں شمائل ترمذی کی بائیس احادیث مبارکہ کی تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔ دوسری کتاب ''رُوئے زیبا کی تابانیاں'' میں شمائل کی اڑتالیس احادیث مبارکہ کی مفصل تشریح وتوضیح بیان کی گئی ہے۔ تیسری کتاب ''ماہتاب نبوت کی ضوء افشانیاں'' میں شمائل کی ساٹھ احادیث مبارکہ کی تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔ چوتھی کتاب ''آفتاب نبوت کی ضیاء پاشیاں'' میں شمائل کی ایک سوستّر احادیث مبارکہ کی تشریح وتوضیح بیان کی گئی ہے۔

چاروں کتابوں کا انداز بیان نہایت آسان ودلکش ہے جس سے حضور نبی کریم ﷺ کی محبت وعقیدت قلب وجگر میں پیوست ہوتی ہے جو کتاب کا اصل مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور اِس سلسلہ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

اخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲۹ر دسمبر کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مولانا مسعود میاں صاحب کو سفرِ حج پر رُخصت کرنے کے لیے اسلام آباد تشریف لے گئے۔ ۳۰ر دسمبر کو بخیریت واپسی ہوئی، محترم حاجی شعیب صاحب کے ہاں قیام ہوا۔

۲ر جنوری کو ورلڈ اسلامک فورم برطانیہ کے چیئرمین حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب منصوری بعد مغرب لندن سے تشریف لائے اور ائیرپورٹ سے ہی گوجرانوالہ اور اسلام آباد کے لیے روانہ ہوگئے۔ ۷ر جنوری کو ملک کے اندرونی دوروں سے واپس لاہور تشریف لائے اور حسبِ سابق حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کی رہائش گاہ پر قیام فرمایا اور ۹ر جنوری کو بعد مغرب واپس تشریف لے گئے۔

۷ر جنوری کو جناب حاجی تاج دین صاحب کی وفات پر جڑانوالہ جانا ہوا۔ ان کی نماز جنازہ ظہر بعد ہوئی، بعد ازاں واپسی پر جناب شیخ امین صاحب کے یہاں شیخوپورہ جانا ہوا، رات کا کھانا اُن کے یہاں تناول فرمایا اور رات 10-30 واپسی ہوئی۔

۱۱ر جنوری کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) نے عید الاضحیٰ کی نماز مسجد عکس نبوی سمن آباد میں پڑھائی۔

۱۹ر جنوری کو جناب سید عبدالباری صاحب صوبائی وزیر صحت بلوچستان تشریف لائے، حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے مختلف اُمور پر گفتگو ہوئی اور دوپہر کا کھانا اُن ہی کے پاس تناول فرمایا۔

۲۳ر جنوری کو محترم جناب سرور الحسینی صاحب کراچی سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے، تعلیمی و تعمیری سرگرمیوں کو دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا۔